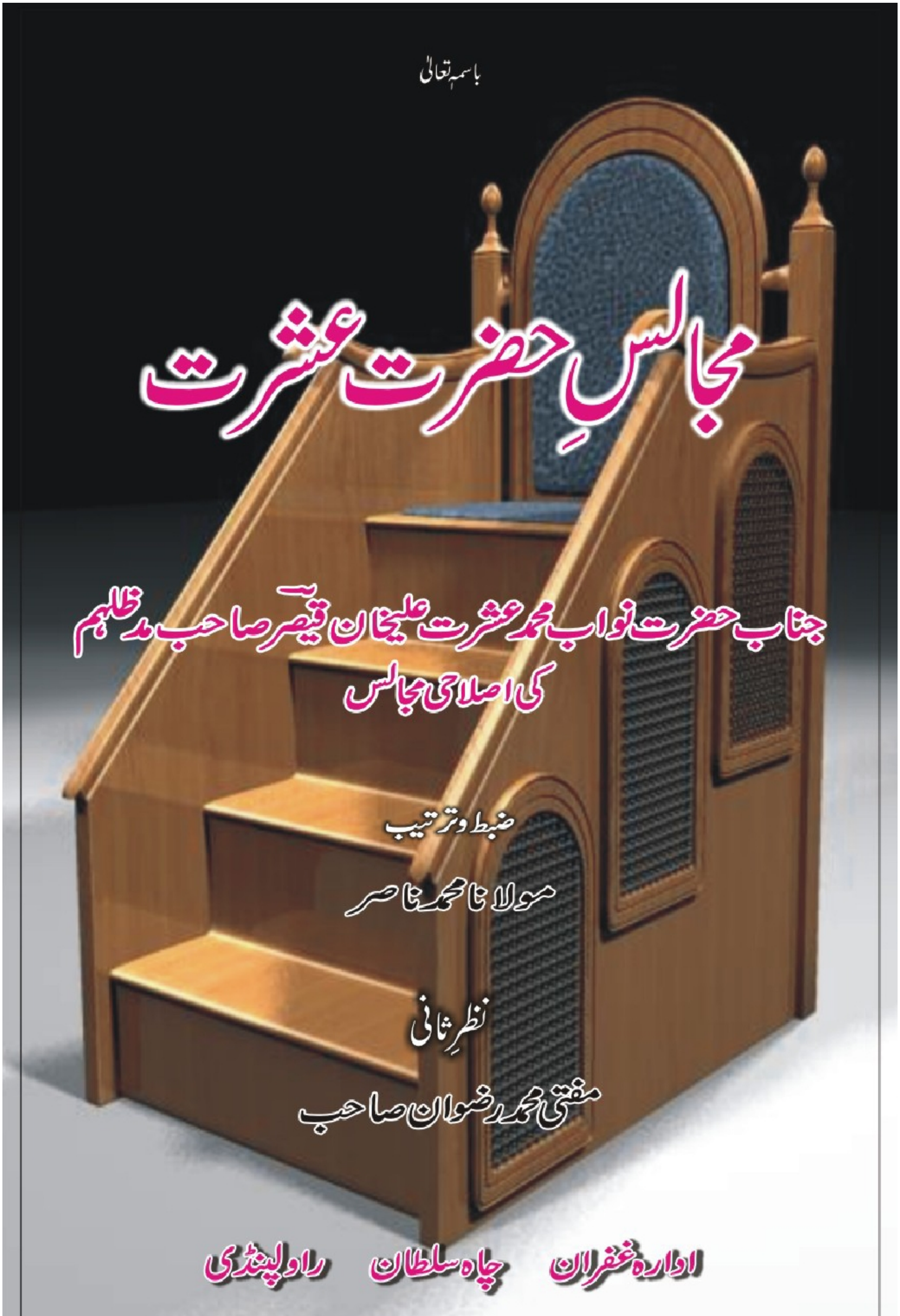

باسمہٖ تعالیٰ

مجالسِ حضرت عشرت

جناب حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصرؔ صاحب مدظلہم
کی اصلاحی مجالس

ضبط و ترتیب

مولانا محمد ناصر

نظرِ ثانی

مفتی محمد رضوان صاحب

ادارہ غفران   چاہ سلطان   راولپنڈی

باسمہٖ تعالیٰ

مجالسِ حضرت عشرت

جناب حضرت نواب محمد عشرت علیخان قیصؔر صاحب مدظلہم

خلیفۂ اجل

حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی

وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ

کی اصلاحی مجالس

ضبط وترتیب

مولانا محمد ناصر

نظرِ ثانی

مفتی محمد رضوان صاحب

مدیر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

Idara Ghufran

نام کتاب:..................................مجالسِ حضرت عشرت
طباعتِ اوّل:............................ذوالحجہ/۱۴۳۱ھ نومبر/2010ء
صفحات:..۱۲۸
طابع وناشر:..ادارہ غفران راولپنڈی

ملنے کا پتہ

کتب خانہ ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر 17 راولپنڈی پاکستان
فون051-5507270 فیکس 051-5780728

Idara Ghufran

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	شمار نمبر
۹	رائے گرامی حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہم	۱
۱۰	تمہید	۲
۱۱	(۱) اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل	۳
//	اصلاح کے لیے مفید مطالعہ	۴
۱۳	اصلاحِ نفس کا پہلا دستورُ العمل	۵
۱۴	دعا کے اَثر کے لیے یقین ضروری ہے	۶
۱۶	میری طلب تیرے کرم کا صدقہ ہے	۷
//	منتہی کے لیے ایک ہدایت اور نفس کی مثال	۸
۱۷	اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی نالائقی کا اعتراف	۹
۱۹	نفس وشیطان کے ساتھ زندگی بھر کا مقابلہ	۱۰
۲۰	تمام بنی آدم خطا کار ہیں	۱۱
۲۱	عتابِ الٰہی کے وقت قبولیتِ دعا کی مثال	۱۲
۲۲	توبہ کی شرائط	۱۳
۲۳	صرف دَس منٹ روزانہ یہ کرلیا کرو	۱۴
//	نماز کی روح اور خشوع کی تعریف	۱۵

۱۶	حج کی روح	۲۴
۱۷	رمضان کی روح	۲۵
۱۸	مجاہدہ کی حقیقت	//
۱۹	مجاہدہ کی قسمیں	۲۸
۲۰	مجاہدہ کی پہلی قسم: بدنی مجاہدہ	//
۲۱	رمضان مکمل مجاہدے کا ذریعہ	۲۹
۲۲	مجاہدہ کی دوسری قسم: نفسی مجاہدہ	۳۰
۲۳	ساری زندگی مجاہدہ کی ضرورت	۳۱
۲۴	دیکھ کر تلاوت کرنا تجلیاتِ الٰہی کے جذب کا ذریعہ	۳۲
۲۵	**اصلاحِ نفس کا دوسرا دستورُ العمل**	۳۳
۲۶	معاہدہ، مراقبہ اور محاسبہ	۳۴
۲۷	مال، آل اور اعمال	۳۶
۲۸	سوتے وقت سورۂ ملک کی تلاوت عذابِ قبر سے حفاظت کا ذریعہ	۳۷
۲۹	اختتامی دعا	۳۹
۳۰	**(۲)** **تقویٰ اور صادقین کی معیّت**	۴۰
۳۱	تقویٰ اور معیّتِ صادقین	۴۱
۳۲	حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اصلاح کے لیے بہت مفید ہیں	//
۳۳	حکیم الامت کی مجالس کی ترتیب	۴۲
۳۴	اپنے معمولاتِ نافلہ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مطالعہ	۴۳

Idara Ghufran

۳۵	حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں بھی تاثیر ہے	۴۴
۳۶	حضرت حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اوراس سے عبرت	۴۵
۳۷	رہبر کا کام راستہ دِکھانا ہے	۴۷
۳۸	ہدایت کے دو معنیٰ	۴۸
۳۹	اہلیت ہوتو تحقیق ورنہ محقق کی تقلید	//
۴۰	سارے تصوف کا حاصل	۴۹
۴۱	بدنظری سے بچنے کا ایک علاج	۵۰
۴۲	بیعت مقصود نہیں، اصلاح مقصود ہے	۵۲
۴۳	حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ	۵۳
۴۴	شیخ کا ولی اور مقبول ہونا ضروری نہیں، محقق ہونا کافی ہے	۵۴
۴۵	حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاک کی حالت	۵۵
۴۶	تصویر کا گناہ اور بزرگوں کی احتیاط	//
۴۷	تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو!	۵۷
۴۸	اختتامی دعا	۵۸
۴۹	**(۳)** **اولیاءُ اللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت**	۶۰
۵۰	اولیاءُ اللہ کی چار قسمیں	//
۵۱	اصلاحی مجالس کے قیام کی وجہ	۶۱
۵۲	اصلاحی مجالس کے قیام کی ضرورت	۶۳
۵۳	اصلاح کے لیے صحبتِ اہلُ اللہ کی ضرورت	۶۴

۵۴	دین پر استقامت حاصل کرنے کا طریقہ	۶۵
۵۵	پندرہ شعبان کی فضیلت سے محروم لوگ	۶۶
۵۶	پانچ بڑے گناہ	۶۹
۵۷	دنیا کی محبت مذموم ہے	۷۰
۵۸	کسبِ معاش کو عبادت کا ذریعہ بنانا	۷۱
۵۹	اختتامی دعا	۷۴
۶۰	(۴) **رمضانُ المبارک کا مقصد اور اس کی رحمتوں سے محروم لوگ**	۷۵
۶۱	رمضان المبارک کے لیے تیاری کی ضرورت	//
۶۲	بابرکت زمانے اور بابرکت مقام میں گناہوں سے بچنا اہم ہے	۷۷
۶۳	رمضان نفس کی اصلاح کا مخصوص زمانہ	۷۸
۶۴	گناہوں سے بچنا نفلی اعمال میں مشغولی سے مقدم ہے	۷۹
۶۵	چھ بڑے گناہ	۸۰
۶۶	ٹی وی کئی گناہوں کا مجموعہ	۸۲
۶۷	حقوق کی ادائیگی اور معافی مانگنے کا اہتمام کرو!	۸۳
۶۸	اختتامی دعا	۸۵
۶۹	(۵) **حکیمُ الامت کی حکیمانہ باتیں**	۸۷
۷۰	حضرت حکیم الامت کے مضامین کے الفاظ و انداز کو نہ بدلا جائے	۸۸
۷۱	حضرت حکیم الامت کا استغناء اور توکل	۹۰

۷۲	علماء کے لئے ایک نصیحت	۹۲
۷۳	دین کی تبلیغ کے انداز	۹۳
۷۴	اصلاح کا ایک نسخہ (گناہوں کو چھوڑنا اور کم بولنا)	۹۵
۷۵	قلتِ طعام و منام میں ترمیم	//
۷۶	افضل اعمال: قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل کی کثرت	۹۶
۷۷	للّٰہی تعلق کی نعمت	۹۷
۷۸	حضرت تھانوی کے دو نکاح اور ازواج میں عدل	۹۸
۷۹	حقوق کی ادائیگی اور فرقِ مراتب	۹۹
۸۰	اختتامی دعا	۱۰۱
۸۱	**(۶)** **اللہ تعالیٰ کی محبت اور اولیاءُ اللہ کی صحبت**	۱۰۴
۸۲	اصلاحِ باطن کے لیے حلال آمدنی اور نظر کی حفاظت کی اہمیت	//
۸۳	حاملینِ علمِ دین کے لیے اہم نصیحت	۱۰۵
۸۴	اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ	۱۰۷
۸۵	علمِ دین کے تین درجے، صورت، حقیقت، لذت	۱۰۸
۸۶	اہلُ اللہ کے چار طبقے	//
۸۷	اہلُ اللہ کی صحبت اور ایمان کی حفاظت	۱۰۹
۸۸	طریق کا عطر تین چیزیں ہیں (خوف، رجاء، محبت)	۱۱۰
۸۹	چھوٹے بھائی نواب سلیم صاحب کا انتقال	۱۱۲
۹۰	اختتامی دُعا	۱۱۳

۹۱	(۷) **حکیم الامت کی چند نصائح**	۱۱۵
۹۲	حضرت حکیم الامت کی علماء وطلباء کو استغناء کی نصیحت	//
۹۳	عامۃُ المسلمین کو قرض لینے اور گناہ سے بچنے کی نصیحت	۱۱۶
۹۴	اہل اللہ کے چار طبقے	//
۹۵	حضرت حکیم الامت کا معالجین کی اتباع کرنا	۱۱۷
۹۶	مختلف طبع کے لوگوں کو جمع کرنا	۱۱۸
۹۷	حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح سے مقصود	//
۹۸	حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح کا طریقہ	//
۹۹	حضرت تھانوی کی مجلس اور اندازِ کلام	۱۲۰
۱۰۰	اللہ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ	۱۲۱
۱۰۱	سلوک میں وساوس	۱۲۲
۱۰۲	وساوس کا علاج	//
۱۰۳	تبلیغ کے مختلف انداز	۱۲۴
۱۰۴	اختتامی دعا	۱۲۷

رائے گرامی

حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب زید مجدہم

(**خلیفۂ اجل:** حضرت والا نواب صاحب دامت برکاتہم ،**ومہتمم:** جامعہ حقانیہ، ساہیوال سرگودھا)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

بعدالحمد و الصلوٰۃ ۔احقر ناکارہ نے کتاب مستطاب ''مجالسِ حضرت عشرت'' کا اول سے آخر تک حرف بحرف مطالعہ کیا، جس سے بے حد نفع ہوا۔ اور یوں محسوس ہوا کہ گویا حضرت والا دامت برکاتہم کی مجلس مبارک میں حاضر ہوں۔حضرت مدظلہم کے یہ ارشادات عالیہ دراصل حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تعلیمات کے آئینہ دار اور نقل ارشادات مرشدی کنم کے صحیح مصداق ہیں جن کی اہمیت وافادیت پڑھنے سے واضح ہے۔اصلاح نفس وتزکیہ باطن کی فکر کے لیے یہ ملفوظات عالیہ انتہائی نافع اور مفید ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرماویں، آمین۔

ضرورت تھی کہ ان مجالس کے حکیمانہ، ناصحانہ، عارفانہ اور قیمتی کلمات کو امت تک پہنچایا جائے تاکہ وہ بھی ان سے مستفید ہوسکیں، اس خدمت کو ادارہ غفران کے استاذ عزیز مکرم مولانا محمد ناصر سلمہ اللہ تعالیٰ نے بحسن وخوبی انجام دیا، انہوں نے کیسٹ کی مدد سے تمام ملفوظات ومجالس کو بڑی ذمہ داری سے نقل کرکے ان پر عنوانات قائم کرنے کے بعد پورا مسودہ عزیز مکرم مولانا مفتی محمد رضوان تھانوی زید مجدہم خلیفہ مجاز حضرت والا دامت برکاتہم کو دکھایا عزیز موصوف نے نظر ثانی کے بعد اس کی اشاعت کی اجازت دی اور ازراہِ محبت اس ناکارہ کو بھی اس کارخیر میں شرکت کی سعادت عطا فرمائی، جزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

ان مجالسِ سبعہ میں سے مجلس نمبر۳ میں حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہٗ کے ساتھ یہ ناکارہ بھی موجود تھا جسے اب دس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ متعدد مجالس میں حاضری کی توفیق ہوئی اور ہر مرتبہ بے حد نفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے احوال کی اصلاح فرماویں اور ہمیں صحیح معنیٰ میں ان قیمتی مجالس کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔ ع ویرحم اللّٰہ عبدا قال آمینا

فقط ناکارہ......احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ، جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

یکم رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ ۱۲/اگست ۲۰۱۰ء

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حضرت والا جناب حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ، اُن متبرک شخصیات میں سے ہیں، جن کو حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے براہِ راست بیعت کا شرف حاصل ہے، اور اسی کے ساتھ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے دو اجلِّ خلفاء (حضرت مسیح الامت مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب جلال آبادی وحضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہما اللہ) سے آپ کو اجازتِ بیعت وخلافت کی سعادت حاصل ہے۔

نیز ہندو پاکستان کے متعدد اکابر ومشائخ کی مصاحبت ومجالست کی نسبت بھی حاصل ہے، جن میں مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت سید سلیمان ندوی، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب، حضرت مولانا احمد پرتاب گڑھی، حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب ہردوئی رحمہم اللہ جیسی بابرکت شخصیات شامل ہیں۔

آپ کی ولادت ماہِ رجب ۱۳۳۸ھ میں ہوئی، اور اس وقت ۱۴۳۱ھ جاری ہے، اس اعتبار سے اب آپ کی عمر مبارک ۹۳ سال ہے۔ اس پیرانہ سالی کی عمر میں حضرت والا کا غیر معمولی ضعف ونقاہت میں مبتلا ہونا ایک طبعی اَمر ہے۔ اور اسی وجہ سے اب اجتماعی اصلاحی مجالس کا انعقاد تقریباً موقوف ہے۔ لیکن اس کے باوجود بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے ہوش ہواش اور یادداشت قائم ہیں، اور سردی وگرمی اور بادوباراں کے باوجود پنج وقتہ نماز باجماعت کے لیے گھر سے مسجد تشریف لاتے ہیں جب تک وُسعت رہی، حضرت والا اپنے یہاں اور بعض دوسرے مقامات پر تشریف لے جاکر اصلاحی مجالس قائم فرماتے رہے، متعدد مرتبہ آپ کی ادارہ غفران میں تشریف آوری ہوئی، اور اصلاحی مجالس فرمائیں۔ متعدد مجالس کا تو ریکارڈ محفوظ نہیں کیا جاسکا، البتہ کچھ مجالس کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا، جو زیرِ نظر کتابچے کی صورت میں شائع کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول ومنظور فرمائیں، اور حضرت والا کو صحت وسلامتی عطا فرمائیں۔ فقط

محمد رضوان ۔ ۲۷/ شعبان ۱۴۳۱ھ؛ 9 / اگست 2010ء بروز پیر

(۱)

اصلاحِ نفس کے دو دستورُ العمل

حضرت والا نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۲۵/ شعبان ۱۴۲۰ھ بمطابق 4 / دسمبر 1999ء بروز ہفتہ کو ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۳، ۴، ۵ اور ۶ میں ۴ قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ. اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا. وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (سورہ العنکبوت آیت نمبر ۲۹) [۱]

الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے کہ حضرت مفتی محمد رضوان صاحب نے اس ادارے میں بہت ہی بابرکت سلسلہ شروع کیا ہے۔ [۲]

ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت نفع ہوگا، اللہ تعالیٰ اس ادارے کو بہت ترقی عطا فرمائے۔

اصلاح کے لیے مفید مطالعہ

کیونکہ یہ اصلاحی مجلس ہے، اور اصلاح کے لیے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور دیگر تالیفات بالخصوص تمام ملفوظات بہت ہی زیادہ نافع، مؤثر اور مفید ہیں۔

خود حضرت سے ایک دفعہ شاید خواجہ صاحب نے یا کسی اور خلیفہ نے پوچھا کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ

---

[۱] ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) رستے ضرور دکھا دیں گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا ورحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

[۲] وقتاً فوقتاً مختلف بزرگانِ دین کو ادارہ میں بُلا کر اُن کے مواعظ کا سلسلہ شروع کیا تھا، اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت والا کو بھی دعوت دی گئی، حضرت والا کی مراد 'بابرکت سلسلہ' سے یہی ہے۔ محمد رضوان

اعمال کے لیے آپ کی تالیفات میں سے کون سی چیز زیادہ نافع اور مؤثر اور مفید ہے؟

تو حضرت والا نے اس پر فرمایا کہ:

''ملفوظات''

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، حضرت والا اُن کے تایا تھے، اور مولانا شبیر علی صاحب اپنے تایا کو دوسرے لوگوں کی طرح ''بڑے ابّا'' کہتے تھے۔

تو مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب تھانہ بھون سے ہجرت کر کے پاکستان آئے، اور حضرت کی تصانیف کا ذخیرہ بھی اپنے ساتھ لے آئے تھے تو انہوں نے سب سے پہلے پاکستان میں آ کر جو کتاب شائع کری تھی، وہ الافاضاتُ الیومیہ کے ملفوظات تھے۔

پانچ جلدیں اپنی زندگی میں ہی شائع کر گئے تھے، اس کی پہلی جلد جو حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے دی تھی، اور وہ میرے پاس ہے، اُس کے مقدمے میں مولانا شبیر علی صاحب نے لکھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

بڑے ابا نے ایک دفعہ خلوت میں یہ فرمایا کہ مولوی شبیر علی! میں منع تو نہیں کرتا، لوگ میرے الفاظ کو بدلتے ہیں، یا تلخیص کرتے ہیں یا تسہیل کرتے ہیں، لیکن یہ الفاظ الہامی ہیں، بمع الفاظ اور معانی میرے قلب پر اللہ تعالیٰ القاء فرماتے ہیں۔

اس لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ کی ایک خصوصیت اور تاثیر ہے۔

جبکہ ہمارے الفاظ میں وہ تاثیر نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے مقبول اور مقرب بندے کے الہامی الفاظ ہیں۔

اور یہ مقبول بندے اس وجہ سے بھی ہیں کہ حضور نبیِ کریم ﷺ نے ان علماء حضرات کو وارثُ الانبیاء کہا ہے، تو جیسے انبیاء مقبول ہیں، ویسے ہی اُن کے وارثین بھی مقبول ہیں، اگرچہ مقبول ہونے کے درجات میں فرق ضرور ہے۔

اور حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا ہے کہ:

مجدّدِ دین تو آتے رہیں گے، لیکن ایسے جامعُ المجدِّد د تو اب شاید نہ آئیں۔

اصلاحِ نفس کا پہلا دستورُ العمل

تو برکت کے طور پر حضرت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ اصلاح کا طریقہ حضرت کے الفاظ میں ہی سُنا دیتا ہوں۔

اس ملفوظ میں حضرت نے اصلاح کے لیے ایک دعا تجویز کی ہے، کہ اصلاح کے شروع کرنے سے پہلے، صحیح طریقے کے مطابق وضو کرو، پھر اپنے اعمال اور نفس کے لیے اللہ تعالیٰ سے عجز اور شکستگی کے ساتھ دعا مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا تضرع بہت پسند ہے۔

لہٰذا دعا میں یہی کیفیت ہونی چاہیے، اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم فرمودہ دعا کے الفاظ بڑے خاص ہیں اور قابلِ غور ہیں۔

حضرت والا نے فرمایا کہ:

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ:

’’اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادہ سے کچھ نہیں ہوتا، اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔

اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گنہگار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے، میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں، آپ ہی قوت دیجیے، میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے‘‘

دس بارہ منٹ تک خوب استغفار کرو، اور یہ بھی کہو کہ:

اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہوں، انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرما دے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کروالوں گا''

غرض اس طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو کہ میں ایسا نالائق ہوں، میں ایسا خبیث ہوں، میں ایسا بُرا ہوں۔

غرض خوب برا بھلا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے کہا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو، لو بھائی! دوا بھی مت پیو، بد پرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔

حضرت آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہوجائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی، غرض غیب سے ایسا سامان ہوجاوے گا کہ آج آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔ [1]

دعا کے اَثَر کے لیے یقین ضروری ہے

لیکن دعا کے بارے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے کہ:

دعا کا اثر جب ہوتا ہے کہ جب بندہ دعا اس یقین سے مانگے جو حدیثِ جبریل میں بیان ہوا ہے۔

گویا کہ حدیثِ جبریل پر عمل کرے، اور دعا کرنے والے کا درجہ اور کیفیت دعا کرتے وقت احسان کی ہو، احسان وہ نہیں جو ہم اُردو میں کہتے ہیں بلکہ احسان سلوک میں ایک درجہ ہے۔

چنانچہ حدیثِ جبریل میں ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ:

[1] وعظ ''ملتِ ابراہیم''، مشمولہ خطباتِ حکیم الامت بعنوان ''رحمتِ دو عالم'' جلد ۳۱ صفحہ ۳۹۰

یَارَسُوْلَ اللہِ ! مَاالْاِحْسَانُ ؟ (بخاری، حدیث نمبر ۴۴۰۴)

اے اللہ کے رسول! احسان کیا ہے؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

اَنْ تَعْبُدَ اللہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ (بخاری، حدیث نمبر ۴۴۰۴)

یعنی (احسان) یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی عبادت اور بندگی کر کہ گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

دعا کو لوگ دوا کی طرح سمجھتے ہیں، مگر دعا کے اثرات دوا کی طرح نہیں ہیں، بلکہ دوا سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

بقول خواجہ صاحب کے کہ سائل اور بھکاری بن کر دعا مانگی جائے: ؎

وہ کھولیں یا نہ کھولیں دَر اِس پہ ہو تیری کیوں نظر   تُو تو بس اپنا کام کر یعنی صداء لگائے جا

ہمارے ایک بزرگ حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مجازِ صحبت میں سے تھے، وہ دعا کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

اللہ سے دعا ایسے مانگو جیسے بچہ اَبّا سے مانگتا ہے، رَبّا سے بندہ ایسے کہے جیسے بچہ اَبّا سے کہتا ہے۔

چنانچہ بچہ کہتا ہے کہ ابا میں تو لوں گا یہ۔

اور پھر بچہ مانگتا رہتا ہے اور بالآخر لے لیتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

تیرے دعا کے لیے یہ اُٹھائے ہوئے ہاتھ تیرا بھیک کا پیالہ ہے، بھکاری کا پیالہ ہے، اللہ کے سامنے بھیک کا پیالہ پیش کردے۔

لہٰذا دعا اس یقین سے کرو، گویا اللہ تعالیٰ سے سوال کررہے ہو، اُس سے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ

رہے ہو اور اللہ تعالیٰ سُن رہے ہیں۔ محض زبان سے دعا کے الفاظ پڑھ لینا دعا کی حقیقت نہیں۔

میری طلب تیرے کرم کا صدقہ ہے

اس ملفوظ میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادہ سے کچھ نہیں ہوتا، اور آپ کے ارادہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے''

کیونکہ قرآن شریف میں ہے:

اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورة يس آيت نمبر ۸۲) [۱]

سو اللہ تعالیٰ کے ارادے کی دیر ہے، پھر وہ مامور فوراً ہو جاتا ہے۔

اور آگے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں پڑتی اور یہ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح''

دیکھو! ہم اپنی طرف ہر عمل کو منسوب کر دیتے ہیں، یہ نہیں غور کرتے کہ عمل تو مالک کا کرم ہے اور طلب بھی جو ہمیں ملی ہے، تو اسی کے کرم سے ملی ہے:

میری طلب یہ تیرے کرم کا صدقہ ہے قدم یہ اُٹھتے نہیں اُٹھائے جاتے ہیں

منتہی کے لیے ایک ہدایت اور نفس کی مثال

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

منتہی یعنی جو اپنی اصلاح کر چکا ہے، وہ بھی یہ نہ سمجھے کہ وہ فارغ ہو چکا ہے اور نفس کے اوپر غالب آ گیا ہے۔ نہیں بلکہ مشائخ نے نفس کی مثال یہ دی ہے کہ نفس ایک گھوڑے کے مثل ہے۔ جب لوگ تانگے میں گھوڑا جوڑتے ہیں تو شروع شروع میں گھوڑے کو سدھاتے ہیں، پہلے وہ ٹانگیں

---

[۱] ترجمہ: ''جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اُس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

www.idaraghufran.org

مارتا ہے اور مختلف شرارتیں کرتا ہے۔

اس کے بعد جب وہ بالکل مَشَّاق اور ٹرین ہوجاتا ہے تو پھر وہ تابعداری کے ساتھ ٹھیک کام کرتا ہے۔

لیکن تابعدار گھوڑے کے بارے میں بھی یہ خدشہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت بِدک جائے اور بے قابو ہوجائے۔

اسی طرح نفس کا گھوڑا مجاہدے کے بعد شائستہ تو ہوجاتا ہے لیکن کبھی کبھی شوخی کر بیٹھتا ہے، اگر نفس کی طرف سے ذرا غفلت کر دی تو اس غفلت نے اچھے اچھوں کے تقوے ختم کرا دیے۔

اسی طرح مشائخ نے نفس کو اژدھا بھی کہا ہے کہ:

نفس اژدھا است

مطلب یہ ہے کہ نفس سانپ کے مثل ہے، جو کبھی سردی کی وجہ سے ٹھٹھر جاتا ہے اور لگتا یہ ہے کہ مَر گیا۔

لیکن وہ مرا نہیں ہوتا بلکہ جیسے ہی گرمی آتی ہے، وہ فوراً پھنکار مارتا ہے۔

بقول خواجہ صاحب کے:

نفس اور شیطاں ہیں خنجر در بغل — وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل

آ نہ جائے دین وایماں میں خلل — باز آ، ہاں باز آ، اے بدعمل

ایسے ہی تمام نفسانی رذائل کے نکالنے کے لیے اس نفس کی بہت ہی زیادہ مخالفت کرنی ہوتی ہے، بہت ہی زیادہ مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی نالائقی کا اعتراف

بہرحال حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

”اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گنہگار ہوں، میں تو عاجز ہورہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے، میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی

قوت نہیں، آپ ہی قوت دیجیے، میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے‘‘

دیکھو! دنیا تو عالَمِ اسباب ہے، یہاں سامان اور اسباب ہوگا تو کچھ بندہ کر سکے گا۔

اور پھر ہماری محنت ہی کیا ہے؟

اس کو نجات کا سامان سمجھنا بھی غلط ہے۔

خود حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ اور ملفوظات میں کئی جگہ فرمایا کہ:

جنت میں درجے کی تمنا کرنا یہ تو بڑوں کا کام ہے۔

مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی اگر جگہ مل جائے تو سمجھوں گا کہ اللہ کا بڑا کرم ہے، اور یہ بھی بَر بنائے استحقاق نہیں ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ عذاب کا تحمل نہیں ہے۔

دیکھو اتنا بڑا شیخ، مجدّد، مفسّر، محدّث، مصلح، امامِ رشد و ہدایت اپنے لیے کیا کہہ رہا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے!

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ اُن کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ:

جب آپ کی اللہ تعالیٰ کے سامنے برزخ میں پیشی ہوئی تو کیا ہوا؟

انہوں نے جواب دیا کہ:

میں نے اپنے سارے اعمال کو ٹٹولا، تو وہ اس قابل نہ تھے کہ نجات کے لیے پیش ہو سکتے، کسی عمل میں اخلاص ہی نہیں تھا۔

وہ عبادتیں، وہ معمولات، وہ درس و تدریس وہ تبلیغ، تلقین اور اصلاح، اُن کی خانقاہیں قائم تھیں، مدرسے تھے، مگر سارے سِکّے کھوٹے نکلے۔

صرف اللہ تعالیٰ کے فضل نے کام دیا۔

تو جب اس درجے کے لوگوں کے یہ حالات ہیں، تو ہم کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ اپنے کسی عمل کو کھرا سمجھیں؟

نفس وشیطان کے ساتھ زندگی بھر کا مقابلہ

اب غور کرو کہ گناہ کون کراتا ہے؟

تو نفس اور شیطان گناہ کراتا ہے۔

ساری زندگی ان کے ساتھ مقابلے میں ہی جائے گی، ساری زندگی کشتی لڑنی ہوگی۔

یہ زندگی کا میدان ایک اکھاڑا ہے، ساری زندگی مجاہدہ کرنا ہے۔

بقول مولانا روم کے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش تادمِ آخر دمِ فارغ مباش

تادمِ آخر دمے آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود [۱]

یہ جو شروع میں آیتِ کریمہ تلاوت کرنے کی توفیق ہوئی ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا. وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹) [۲]

کہ ''جو ہماری راہ میں ہمارے لیے مشقت اور محنت کریں گے، اُنہیں ہم اپنے ثواب اور اپنے راستے یعنی جنت کے راستے دِکھا دیں گے اور اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہیں''

اور محسنین، احسان سے نکلا ہے، جس کے معنیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھنا۔

اسی طرح محسنین کے معنیٰ مخلصین کے بھی ہیں، یعنی محسنین اخلاص والے لوگ ہیں، تو اس آیت میں بھی احسان کا ذکر ہے۔

گویا کہ مجاہدہ کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن میں احسان کی صفت ہوتی ہے۔

---

[۱] ترجمہ: ''راہِ سلوک میں نشیب وفراز بہت ہیں۔ لہٰذا آخر دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی غافل مت ہو، آخر کار ایک لمحہ ایسا ہوگا کہ تم پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو ہی جائے گی''

[۲] ترجمہ: ''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم اُن کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) رستے ضرور دکھا دیں گے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا ورحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کیے ہوں، انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادے، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کروالوں گا''

تمام بنی آدم خطا کار ہیں

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ:

كُلُّكُمْ خَطَّاءٌ (ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۲۳)

''تم سب کے سب خطا کار ہو''

لہٰذا ہم انسان ہیں، بشر ہیں، گناہ گار اور خطا کار ہیں، تو ہمیں اپنی خطاؤں کا اقرار کرلینا چاہیے۔

اسی وجہ سے یہ لفظ آئے ہیں کہ میں نہیں کہتا کہ آئندہ میں گناہ نہیں کروں گا میں تو ہوں ہی انسان اور بشر، اور انسان سے خطا اور بھول چوک ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ جو سورہ بقرہ کی آخری آیات میں دعائیں ہیں، اُن کے بارے میں کوئی تفسیر کے طور پر نہیں بلکہ لطیفۂ قرآنی کے طور پر عجیب فقرہ فرمایا کرتے تھے،

وہ آیات یہ ہیں:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا (سورة البقرة آیت نمبر ۲۸۶)[1]

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

قرآن مجید کی اس دعا میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ تم ہم سے یوں کہو کہ!

''ہمیں عذاب نہ دیجیے، ہم سے خطاً گناہ ہوا ہو، یا بھول چوک سے ہوا ہو، آپ اپنے فضل سے معاف کردیجیے، اپنی رحمت سے معاف فرمایئے''

معلوم ہوا کہ ہم سے خطاء اور بھول چوک ہوگی۔

---

[1] ترجمہ: ''اے ہمارے رب! ہم پر داروگیر نہ فرمایئے، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

اور حضرت عارفی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

اللہ کے سامنے جب دعا مانگا کرو، تو اقراری مجرم بن کر آیا کرو، اور اپنی خطاؤں کے اوپر معافی چاہا کرو۔

اللہ تعالیٰ کی عدالت یہاں کی سی نہیں ہے، وہ تو فضل کی عدالت ہے، رحمت کی عدالت ہے:

من گناہ گارم تو معزاری کنی
جرم من کردم تو غفاری کنی

گناہ میں نے کیا ہے، آپ معاف کر دیں، آپ کی ذات پاک کی خصوصی صفت ہے معاف کرنا اور میرا بشری تقاضا ہے گناہ کرنا۔

جرم ہا بینی و خشمِ ناوری
جرم دیکھ رہے ہیں لیکن غصہ نہیں کر رہے

عتابِ الٰہی کے وقت قبولیتِ دعا کی مثال

غور کرو اور سوچو! صبح سے شام تک ظاہر کے بھی گناہ ہو رہے ہیں، باطن کے بھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو غصہ نہیں آ رہا مخلوق کتنے گناہوں میں ملوث ہے، امت کس کی نام لیوا ہے؟

آج کون سا گناہ ایسا ہے کہ یہودیوں اور بنی اسرائیل نے وہ کیا ہو اور مسلمان نہ کر رہے ہوں۔

مگر قربان ہو جائیں اپنے اس مالک اور رب پر کہ بندوں کی ساری نافرمانیاں دیکھ رہے ہیں، جرم دیکھ رہے ہیں اور غصہ نہیں کر رہے۔

کیونکہ وہ اس سے پاک ہیں، وہ فوق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سارے فرشتے سجدہ میں گر گئے لیکن اُس ملعون، نافرمانی کے پتلے نے سر نہیں جھکایا، حکم نہیں مانا۔

اس پر عتاب ہوا اور اس کے راندۂ درگاہ ہونے کا حکم ہو گیا۔

چنانچہ حکمِ الٰہی ہوا:

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۸) ؎۱

"نکل جا یہاں سے"

مگر ابلیس نے بھی عین عتاب کے وقت درخواست پیش کردی:

"اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ" (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۴) ؎۲

کہ قیامت تک کے لیے مجھے مہلت دیدیجیے۔

ابلیس نے دعا مانگی تو کیا مانگی؟

اس عتاب کے وقت بھی اللہ تعالیٰ نے معتوب یعنی ابلیس سے فرمایا کہ جا دیدی، تو اللہ تعالیٰ کو طبعی غصہ کوئی تھوڑا ہی آتا ہے؛ اللہ تعالیٰ تو تمام طبعی جذبات سے فوق اور بلند ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے القاء شدہ الفاظ ہیں، حضرت فرماتے ہیں:

"غرض اس طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو کہ میں ایسا نالائق ہوں، میں ایسا خبیث ہوں، میں ایسا بُرا ہوں۔

غرض خوب برا بھلا اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے کہا کرو"

توبہ کی شرائط

غرضیکہ توبہ کرو۔

اور توبہ کی شرائط تینوں زمانوں سے متعلق ہیں، توبہ کے عمل کا تعلق ماضی، حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے ہے۔

اور وہ اس طرح کہ ماضی پر ندامت ہو، اور موجودہ حالت میں فوراً گناہوں کو ترک کردے اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا عزمِ مصمم کرلے۔

توجب اس کیفیت کے ساتھ معافی اور عجز کا اقرار ہوگیا، ندامت ہوگئی تو توبہ مکمل ہوگئی۔

؎۱ ترجمہ: "یہاں سے ذلیل وخوار ہوکر نکل" (ترجمہ بیانُ القرآن)

؎۲ ترجمہ: "مجھ کو مہلت دیجیے، قیامت کے دن تک" (ترجمہ بیانُ القرآن)

حضرت نے اکثر جگہ فرمایا ہے کہ اپنی نالائقی اور نااہلی کا اقرار بار بار زبان سے کیا کرو، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ بندہ تو ہے ہی نالائق اور ناکارہ۔

صرف دَس منٹ روزانہ یہ کرلیا کرو

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو؛ لو بھائی! دوا بھی مت پیو، بدپرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کرلیا کرو۔

حضرت آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہوجائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی، غرض غیب سے ایسا سامان ہوجاوے گا کہ آج آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے''

حضرت نے صرف دس منٹ فرما کر وقت بھی مقرر کردیا ہے کیونکہ حضرت تو بہت منتظم تھے، تو حضرت نے الفاظ بھی ہمیں بتلادیے، اور آپ کو اور ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑا، گویا کہ لقمہ بنا کر ہمیں دیدیا۔

نماز کی روح اور خشوع کی تعریف

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

ہر چیز کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے۔

جیسے ہمارا بدن ہماری صورت اور ہماری روح ہماری حقیقت ہے۔

اسی طرح نماز کی صورت ارکان، قیام، قعود، قومہ، سجود، جلسہ اور اس جیسے دوسرے اعمال ہیں، یہ سارے اعمال ظاہر کے ہیں۔

جبکہ نماز کی حقیقت خشوع ہے۔

اور خشوع کی تعریف حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے کہ:

قلب وقالب دونوں ساکن ہوجائیں۔

نمازی اللہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو جائے جیسے کہ لکڑی اور سوٹی کھڑی ہوتی ہے، گویا بے جان بن جائے۔

ہم تو نماز ایسے پڑھتے ہیں کہ ذرا برداشت نہیں کرتے، کہیں ذرا کھجلی ہو جائے تو فوراً کھجانے لگے، اور اِدھر اُدھر ہاتھ ہلانے لگے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (سورة المؤمنون آیت نمبر ۲) [1]

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اگر نماز بغیر خشوع کے ادا ہوئی ہے تو فرض پڑھنے کا ثواب تو ملے گا اور فرض سَر سے ادا ہو جائے گا لیکن نماز کی قبولیت کے لیے خشوع ضروری اور موقوف علیہ ہے۔

حج کی روح

اسی طرح سے حج کے ارکان طواف، سعی اور دوسرے منیٰ اور مزدلفے کے مناسک ہیں، یہ ظاہر کے ارکان ہیں، اور حج کی روح کیا ہے؟ تو حج کی روح اللہ کی محبت اور عشق ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بننے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان فرمایا ہے کہ:

ایک قافلہ جہاز کے ذریعہ ہندوستان سے چلا، اُس میں علماء، صلحاء اور مشائخ بھی تھے، اس جہاز میں اللہ کا ایک عاشق تھا، اور عشق کے جذبے میں کچھ پڑھتا پڑھاتا، جہاز میں چلا جا رہا تھا، کبھی نعتیہ کلام پڑھتا، اور کبھی اللہ کی حمد کرتا۔

اس کو لوگوں نے کہا بھی کہ بھائی تم کیا ہر دَم یہ چیزیں پڑھ رہے ہو؟

بہر حال وہ صاحب ماشاء اللہ نماز، روزے اور دوسرے شریعت کے احکام کے پابند تھے تو جب وہ قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو معلم سب حضرات کو حرم کی طرف لے گیا اور بیتُ اللہ کے سامنے جا کر اُس شخص سے کہا:

---

[1] ترجمہ: ''جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

شُفُ ذَاکَ بَیْتُ اللہِ!

دیکھ یہ ہے بیتُ اللہ!

بس جیسے ہی اُس اللہ کے عاشق نے بیتُ اللہ پر نظر ڈالی، وہیں پر جان دیدی، اور جان دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

چو رسی بکوئے دِلبر بسپار جانِ مضطر کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

جب کوچۂ محبوب تک رسائی ہو جائے تو اپنی بے قرار جان ان کی نذر کر دو، کہ شاید پھر کبھی ایسا نظارہ نہ ہو سکے۔ [1]

اب تو یہ حالت ہے کہ بیتُ اللہ شریف کے چاروں طرف بڑی بڑی عمارتیں بن گئی ہیں، بیتُ اللہ شریف نظر نہیں آتا؛ لیکن اُس وقت ایسی صورت نہ تھی۔

رمضان کی روح

اسی طرح حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے رمضانُ المبارک کے بارے میں فرمایا ہے کہ رمضانُ المبارک کا مہینہ بڑی اصلاح کا زمانہ ہے۔

اور رمضانُ المبارک میں جتنے بھی ظاہر کے اعمال ہیں، جیسے روزہ، رات کا قیام، اعتکاف، تراویح، یہ سب رمضانُ المبارک کا ظاہر ہے۔

اور رمضان کی بھی ایک روح ہے، اور رمضان کی روح ان ظاہری اعمال کے اندر ہے اور وہ ہے مجاہدہ۔

مجاہدہ کی حقیقت

مجاہدہ کسے کہتے ہیں؟

تو سُنیے! مجاہدہ کا مطلب ہے، مشقت، تعب اور محنت کرنا اور مجاہدہ کی حقیقت ہے نفسانی خواہش کی مخالفت اور اس کے خلاف کرنا اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی دُشواریوں کا مقابلہ کرنا۔

---

[1] حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات، صفحہ ۹۹۔

www.idaraghufran.org

حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جب بھی نفس میں گناہ کا تقاضا ہو تو ہمت کر کے مقابلہ کرو، اور ہمت سے کام لو۔

اسی طرح اگر عبادت اور طاعت میں سستی پیدا ہو، تو بھی ہمت سے کام لو، اور اس کے خلاف کرو اور مجاہدہ کرو۔

بغیر مجاہدہ اور مشقت کے اللہ کی راہ میں عادتاً کامیابی نہیں ہوتی۔

جبکہ ہر مؤمن کی خواہش ہے کہ وہ کامیاب ہو اور اُسے جنت ملے تو پھر کامیابی حاصل کرنے اور جنت کو پانے کے لیے مجاہدہ کرنا پڑے گا، اس لیے مجاہدہ ضروری ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں محنت، مشقت اور تعب اُٹھاتے ہیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ عطا فرماتے ہیں۔

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ یہ مجاہدہ اور یہ محنت ومشقت دنیا کے لیے نہیں ہوتی کہ مثلاً راتوں کو دفتروں، فیکٹریوں اور کارخانوں اور دوسرے دنیا کے دھندوں سے فارغ ہو کر چلے آ رہے ہیں، نہیں۔

بلکہ اللہ کے لیے جو اپنے آرام کو چھوڑتے ہیں جیسے سردی کی راتیں ہیں، پھر بھی تہجد کے لیے لحاف چھوڑ کر اُٹھ رہا ہے اور ٹھنڈے پانی سے اللہ کے لیے وضو کر رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے شریعت کے تقاضے پورے کر رہا ہے، اور نفس وشیطان کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں کو برداشت کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا (سورة المزمل آيت نمبر ۶) [1]

مطلب یہ ہے کہ یہ رات کا اُٹھنا نفس کے اوپر بڑا شاق گزرتا ہے

نفس تو کہے گا کہ ابھی تو لیٹا رہوں! ابھی تو گھڑی کا الارم نہیں بجا ہے، میں نے الارم تو تین بجے کا لگایا ہے، تھوڑی دیر اور لیٹ جاؤں اس طرح نفس مزید سُلاتا رہتا ہے۔

[1] ترجمہ: ''بے شک رات کے اُٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا یا قراءت پر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

چنانچہ ایک روایت چند دن ہوئے پڑھی ہے کہ:

جب بندۂ مؤمن عشاء کی نماز کے بعد سونے کی تیاری کرتا ہے اور لیٹ جاتا ہے، تو شیطان تو تاک میں ہر دَم ساتھ ہوتا ہے، وہ تو یہی چاہتا ہے کہ یہ پوری رات سوتا ہی پڑا رہے، تو وہ گدّی یعنی گردن کے پچھلی طرف تین گرہیں لگاتا ہے۔

اگر صبح کو بندہ اللہ کا نام لے کر اور ہمت کر کے اُٹھ جاتا ہے اور کلمہ پڑھ لیتا ہے تو کلمہ **لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ** پڑھتے ہی پہلی گرہ جو شیطان نے اس لیے لگائی تھی کہ یہ غافل ہوکر پڑا سوتا ہی رہے، وہ کُھل جاتی ہے۔

پھر ہمت کر کے جب بندہ اُٹھ گیا اور پھر جا کر وضو کیا تو وضو سے دوسری گرہ کُھل گئی، وضو بڑی خاص چیز ہے، ایک ساتھ انوار وارد ہونا شروع ہوجاتے ہیں، آپ سنت کے مطابق وضو کر کے دیکھیے، ساری سُستی، تساہل، اور کاہلی جاتی رہے گی، اور طبیعت بالکل تازہ اور ہشاش بشاش ہوجائے گی، تو اس طرح دوسری گرہ سے سب تساہل، کاہلی اور غفلت دور ہوجاتی ہے۔

پھر نماز پڑھ لی تو بس تیسری گرہ بھی کُھل گئی اور بندہ شیطانی ہتھکنڈوں سے صاف، شفاف اور بَری ہوگیا۔ [۱]

ایسے بندوں کے چہرے صبح کو نورانی نظر آتے ہیں؛ بقول شاعر:

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہ سکتا ہے پیشِ ذی شعور؟

ایسے اللہ والوں کے چہرے دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔

غرضیکہ مجاہدہ وہ ہے جو اللہ کے لیے ہو، دین کے لیے ہو، دنیا اور نفس وشیطان کے لیے نہ ہو۔

---

[۱] عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال يعقد الشيطان على قافية رأس أحدكم إذا هو نام ثلاث عقد يضرب كل عقدة عليك ليل طويل فارقد فإن استيقظ فذكر الله انحلت عقدة فإن توضأ انحلت عقدة فإن صلى انحلت عقدة فأصبح نشيطا طيب النفس وإلا أصبح خبيث النفس كسلان (بخاری، کتاب الجمعة، باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل، حديث نمبر ۱۰۷۴)

Idara Ghufran

مجاہدہ کی قسمیں

اور مجاہدہ کی مشائخ نے دو قسمیں بیان کی ہیں:

ایک مجاہدۂ جسمانی یعنی بدن کا مجاہدہ۔

اور دوسرا مجاہدۂ نفسی، یعنی باطن، روح اور اخلاق کا مجاہدہ۔

حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ نے ان دونوں قسموں کا نام بالترتیب مجاہدۂ اجمالی اور مجاہدۂ تفصیلی لکھا ہے۔

مجاہدہ کی پہلی قسم: بدنی مجاہدہ

جسم اور بدن کے متعلق چار مجاہدے ہیں:

نمبر۱:...... تقلیلِ طعام یعنی کم کھانا پینا۔

نمبر۲:...... تقلیلِ منام یعنی کم سونا۔

اور نمبر۳:...... تقلیلِ کلام یعنی کم بولنا۔

اور نمبر۴:...... تقلیلِ اختلاط مع الانام یعنی لوگوں سے کم ملنا جلنا۔

دراصل پُرانے دَور کے صوفیائے کرام مذکورہ چاروں چیزیں ایک حد تک چُھڑوا کر اوران کا ترک کرا کے مجاہدہ کراتے تھے۔

لیکن ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مجدِ دِوقت تھے، اُنہوں نے ترک کو تقلیل سے بدل دیا اور فرمایا کہ ترک (یعنی چھوڑو) نہیں کرو بلکہ تقلیل (یعنی کمی) کرو، اور اگر دیکھا جائے تو تقلیل میں زیادہ مجاہدہ ہے۔

مثال کے طور پر بھوک لگ رہی ہو اور روٹی سالن رکھ دیا جائے۔

اب دو روٹی کی خوراک ہو، لیکن ایک روٹی کے بعد نفس سے کہو کہ بس اب دوسری نہیں کھاؤں گا، کھانا کم کر دو، یہ کم کرنا زیادہ مجاہدہ ہے۔

مشائخِ کاملین اور بزرگوں نے بڑے مجاہدے کرائے ہیں، اب تو کچھ بھی نہیں رہا۔

ہمارے بزرگوں نے مجاہدوں کو بڑا سہل کر دیا۔

مثال کے طور پر ذکر کو لے لیجیے، کہ ذکر کی تعداد پہلے ستر ہزار ہوتی تھی، اب کوئی کر سکتا ہے؟

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ:

اب ہمارے اعضاء اور قویٰ ایسے نہیں رہے، ان میں ضعف ہو گیا ہے، ہماری وہ غذا نہیں رہی جو پہلوں کی تھی، اب کم سے کم ضرور چھ گھنٹے سویا کرو، تاکہ دماغ کے اوپر ذکر سے خشکی نہ آجائے، خوراک اور کھانا بھی ترک نہ کرو، بلکہ کچھ کم کر دو، جس سے بدن کی ضرورت پوری ہوتی رہے، اور کمزوری واقع نہ ہو۔

یہ مجاہدۂ بدنی کہلاتا ہے۔

رمضان مکمل مجاہدے کا ذریعہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ چاروں قلتیں رمضان میں حاصل ہو جاتی ہیں، اس لیے رمضان میں ان چاروں مجاہدوں پر آسانی عمل کر کے بدنی مجاہدہ مکمل کیا جا سکتا ہے۔

پہلا کم کھانا: چنانچہ روزہ کی صورت در حقیقت تقلیلِ طعام ''کھانا کم کرنا'' ہے۔

اور پھر روزہ میں ایک اور لطیف مجاہدہ ہے کہ کھانے پینے کے اوقات بدل دیے گئے، رات کے کھانے کے بجائے رات کے چار بجے یعنی سحری کے وقت کھاؤ، اور شام ہوئی آفتاب غروب ہوا تو کھالو، اور بعض لوگ رات کو نو دس بجے کھانا کھاتے ہیں، کھانے کے اوقات تبدیل کرانے میں بھی ایک مشقت ہے۔

دوسرا تقلیلِ نوم: چنانچہ رمضان میں تراویح کی صورت میں رات کو جو قیام ہوتا ہے، اُس میں تقلیلِ نوم یعنی ''نیند کم کرنا'' ہے۔

تیسرا اور چوتھا تقلیلِ کلام اور تقلیلِ اختلاط مع الانام: رمضان المبارک میں زیادہ ملنے ملانے کا وقت نہیں ہوتا۔ اسی طرح زیادہ گفتگو سے عموماً بندے بچے رہتے ہیں، تو اگر رمضان المبارک میں کم بولنے اور کم ملنے جُلنے پر بھی عمل کر لیا جائے تو اس طرح بدنی مجاہدہ مکمل ہو جاتا ہے۔

مجاہدہ کی دوسری قسم: نفسی مجاہدہ

مجاہدہ کی دوسری قسم مجاہدۂ نفسی ہے۔

اس سے مراد ہے کہ ہمارے اندر جو نفس کے رذائل ہیں، اُن کی اصلاح کریں، اور اُن رذائل کو مبدل بفضائل کریں، یعنی فضائل سے بدلیں اور حسنات حاصل کریں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تو رذائل کو مہلکات یعنی ہلاک کرنے کی چیزیں اور فضائل کو منجیات یعنی نجات کے ذرائع فرمایا ہے۔

مثلاً صبر، شکر، توبہ، رضا، صدق، اخلاص، یہ سارے فضائل اور بڑی اچھی اچھی صفات ہیں، ان کو حاصل کرنا چاہیے۔

اور رمضان المبارک تو صبر اور دوسروں سے ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے، اس کے ذریعہ سے یہ روحانی فضائل بھی حاصل ہوتے ہیں؛ ان کے برخلاف حسد، تکبر، کبر، عجب (خود پسندی) ہوس، حرص، حبِ مال، حبِ جاہ، غصہ، غیبت یہ سارے رذائل ہیں۔

ہمارے معاشرے میں کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا رذیل شخص ہے، تو یہ رذیل، اسی رذیلے سے نکلا ہے، یعنی کمینہ پَن تو یہ کمینے پَن کی چیزیں ہیں۔

ان رذائل کی اصلاح کرانے سے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔

اصل میں اصلاح کا معنیٰ ہے علاج، تو جیسے جسمانی معالج ہوتے ہیں اور ہم حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے جاتے ہیں۔

ایسے ہی روحانی معالج بھی ہوتے ہیں، جن سے روحانی امراض کا علاج کرایا جاتا ہے، روحانی امراض کا بھی معالجہ ہوتا ہے۔

حضرت نے فرمایا ہے کہ:

سب سے آخر میں قلب سے جو رذیلہ نکلتا ہے وہ کبر یعنی بڑائی کا ہے۔

دیکھ لیجیے! کبر کے نتیجے کیا ہو رہے ہیں؟

اور یہ کبر اور تکبر دراصل جڑ ہے دوسری روحانی بیماریوں کی، اور باقی رذائل اس کی شاخیں ہیں، مثلاً عجب یعنی خود پسندی، حبِ جاہ اور حبِ مال۔

اور ان رذائل کی تب اصلاح ہوتی ہے، جب رگڑائی ہوتی ہے، مجاہدہ ہوتا ہے، تب جا کر ان سے نجات ملتی ہے۔

ساری زندگی مجاہدہ کی ضرورت

آخر وقت تک ہمیں اپنی اصلاح کی فکر کرنی ہے، کیونکہ نفس ہمارے ساتھ لگا رہے گا اس کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اندریں رہ می تراش و می خراش — تادمِ آخر دمِ فارغ مباش
تادمِ آخر دمے آخر بود — کہ عنایت با تو صاحب سر بود [۱]

اور بقول خواجہ صاحب کے:

نہ چت کر سکے جو نفس کے پہلوان کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

ساری عمر دونوں طرف سے یہی معاملہ رہے گا، محنت بھی رہے گی، اور نفس وشیطان سے مقابلہ بھی رہے گا۔ یہ ہماری نظر، یہ زبان، یہ کان، یہی اعضاء معصیت اور گناہ بن جاتے ہیں اور ان کو اگر صحیح محل میں استعمال کریں، ان کی اصلاح کریں تو یہ سرچشمۂ عبادت وطاعت بن جاتے ہیں۔

بقول مولانا روم کے:

چشم بند و گوش بند و لب بند — تا نہ بینی نورِ حق بَرمَن بخند

گناہوں سے آنکھوں کو بھی بند کرلو، کانوں کو بھی بند کرلو اور زبان کو بھی بند کرلو، پھر حق تعالیٰ کی معرفت کا نور نظر آئے گا۔

---

[۱] ترجمہ: ''راہِ سلوک میں نشیب وفراز بہت ہیں، لہٰذا آخر دم تک ایک لمحہ کے لیے بھی غافل مت ہو، آخر کار ایک لمحہ ایسا ہوگا کہ تم پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو ہی جائے گی''

ہم غیر محرم عورت پر نظر ڈالتے ہیں، دوسروں پر حسد کی نگاہ ڈالتے ہیں۔
بدنگاہی یہی نہیں ہے کہ شہوت سے کسی امرد (یعنی بے ریش لڑکے) یا عورت کو دیکھ لیا، بلکہ کسی سے حسد کرنا بھی بدنظری ہے۔
حضور ﷺ کی روایت ہے کہ:

حسد نیکیوں کو ایسے جلا دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔[۱]

حسد ایسا بُرا رذیلہ ہے۔ اسی طرح سے اور اعضاء کا معاملہ ہے۔

دیکھ کر تلاوت کرنا تجلیاتِ الٰہی کے جذب کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اعضاء کو نیکی کے کاموں میں استعمال کرو، جیسے آنکھوں سے قرآن شریف دیکھو، قرآن شریف کے نقوش کو دیکھو۔
ایک بزرگ حافظوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

ٹھیک ہے وہ حفظ بھی تلاوت کریں مگر روزانہ کوئی تلاوت ناظرہ بھی کریں۔

حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم ماشاء اللہ حافظ ہیں، قاری ہیں۔[۲]
لیکن جب ہمارے یہاں آتے ہیں تو میں نے دیکھا ہے کہ وہ جماعت سے پہلے قرآن شریف کھول کر رَحل پر رکھ کر کم سے کم کچھ رکوع یا نصف پارہ تلاوت کرتے ہیں، پھر فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیان ہوتا ہے۔
فرماتے ہیں کہ دیکھ کر قرآن شریف پڑھنے سے بدن کے چار اعضاء کو اللہ تعالیٰ کی تجلی کا انجذاب ہوتا ہے:
نظر ان نقوش پر ہے جن پر اللہ کی تجلی ہے۔
زبان اللہ کے کلام کو ادا کر رہی ہے اور اللہ کے کلام سے منور ہو رہی ہے، ملذّذ ہو رہی ہے۔

---

[۱] ان الحسد لیأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب (مصنف ابنِ ابی شیبة جزء ٦ صفحه ٢٥١)

[۲] اب حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب ہردوئی رحمہ اللہ انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ درجات بُلند فرمائیں۔ آمین۔

یعنی زبان کو لذّت حاصل ہو رہی ہے۔

اور کان اللہ کے کلام کی سماعت کر رہے ہیں، اور کان میں اللہ کے کلام کی سماعت سے اللہ کی تجلی کے انوار آ رہے ہیں۔ اور قلب یعنی دل بھی اللہ کی تجلی کو جذب کر رہا ہے۔

تو چاروں اعضاء زبان، کان، نظر اور قلب یہ چار خاص اعضاء ہیں، یہ سارے اللہ کے کلام کی تجلیات سے منور اور مصفّٰی اور مجلّٰی ہو رہے ہیں۔

نظر ڈالو تو قرآن شریف پر ڈالو، نظر ڈالو تو بیتُ اللہ شریف پر ڈالو، نظر ڈالو تو اپنے والدین کو شفقت سے دیکھو، یہ سب عبادت ہیں۔ [1]

غرضیکہ نظر کو اچھے کاموں میں استعمال کرو۔ بہر حال نفس کی اصلاح کا ایک دستورُ العمل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ ملفوظ میں بیان فرما دیا ہے۔

اصلاحِ نفس کا دوسرا دستورُ العمل

اور اصلاحِ نفس کا ایک اور دستورُ العمل بھی حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

وہ دستورُ العمل جو دل سے پردے اُٹھاتا ہے، اس کے چند اجزاء ہیں:

ایک تو دینی کتابیں پڑھنا، یا سُننا، جیسے مواعظ ہیں اور ملفوظات ہیں۔

دوسرے علماء سے مسائل دریافت کرتے رہنا۔

تیسرے اہلُ اللہ کے پاس آنا جانا رکھنا جسے صحبتِ اہلُ اللہ کہتے ہیں۔

اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے اُن کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات کا مطالعہ کرنا یا اُنہیں سُننا۔

---

[1] عن عبد الله قال :النظر إلى الوالد عبادة و النظر إلى الكعبة عبادة و النظر فى المصحف عبادة و النظر إلى أخيك حبا له فى الله عبادة (شعب الايمان للبيهقى،الخامس و الخمسون من شعب الإيمان و هو باب فى بر الوالدين، حديث نمبر ٧٨٦٠)

اور چوتھے تھوڑی دیر اللہ اللہ کرنے اور ذکر کرنے کے لیے وقت نکالنا۔
تو یہ دستورُ العمل بھی اصلاحِ قلب کے لیے بہت ہی معین ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔

معاہدہ، مراقبہ اور محاسبہ

اور اصلاحِ نفس کے لیے جو کچھ دیر اللہ اللہ کرنے کے لیے وقت نکالا جاتا ہے، اس میں معاہدے، مراقبے اور محاسبے پر بھی عمل کرنا چاہیے۔
حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجلس میں فرمایا کرتے تھے کہ:

بھائی دیکھو صبح ہوئی، فجر کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرلو کہ:
یا اللہ میں آج کا سارا دن آپ کی مرضیات کے مطابق گزاروں گا، اور کوئی خطا، غلطی ہوگئی تو معافی چاہ لوں گا اور توبہ کرلوں گا، یہ عہد معاہدہ کرلیا کرو۔

تو دن کے شروع میں سب سے پہلا کام معاہدہ ہوا، معاہدے کے بعد مراقبہ ہوگا۔
مراقبے کے معنیٰ نگرانی کے ہیں کہ جو اللہ سے معاہدہ کیا ہے اُس کو پورا کرنے کے لیے اُس کا دھیان رکھو، کہیں نفس بہک نہ جائے۔
اب مراقبے یعنی نگرانی کے دوران جب بھی نفس گناہ کا تقاضا پیدا کرے، تو اس کی مخالفت کرو۔
مثلاً زبان غیبت کرنے لگے جو کہ آج کل اتنی ہے کہ حد نہیں۔
غیبت کے بارے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:
آج کل غیبت بہت عام ہے، جبکہ غیبت کا معاملہ بڑا سخت ہے۔
حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے روزہ رکھ کر غیبت کرنے والے کو قضاء کا حکم فرمایا، کیونکہ یہ مُردار بھائی کے گوشت کھانے کی طرح کا گناہ ہے، اگرچہ فتوے کی رو سے روزہ نہ ٹوٹتا ہو، لیکن اس واقعہ سے غیبت کے سخت گناہ ہونے کا تو پتہ چلا۔
تو غیبت اتنی ناپسندیدہ اور اتنا سخت گناہ کا عمل ہے۔
خلاصہ یہ کہ صبح کو اوّل کرو معاہدہ۔

اور معاہدے کے ساتھ ساتھ چلے گا مراقبہ۔

اور پھر آخر میں رات کو سوتے وقت ہوگا محاسبہ۔

اور محاسبے میں اپنے نفس سے خطاب ہوگا، کیونکہ درحقیقت اس نفس ہی کو تابع اور رام کرنا ہے۔

محاسبے کے وقت اپنے نفس کو یوں کہو کہ:

اے نفس! تجھے ایک دن دنیا سے جانا ہے اور موت بھی آنے والی ہے۔

اس وقت یہ مال و دولت سب یہیں رہ جائے گا، بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔

اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا، جو قابلِ برداشت نہیں ہے۔

اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ!

اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر!

یہ عمر بڑی قیمتی دولت ہے، اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔

مرنے کے بعد تُو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش کچھ وقت مجھے مل جاتا، اور کاش کہ میں کچھ نیک عمل کر لیتا۔

لیکن اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔

بس زندگی کو غنیمت سمجھ اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے، ابھی وقت ہے، ابھی مہلت ہے!

خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

دفعتہً سَر پر جو آپہنچے اَجَل — پھر کہاں تُو اور کہاں دارُ العمل
جائے گا یہ بے بہا موقع نکل — پھر نہ ہاتھ آئے گی یہ عمرِ بے بدل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اور اکبر الہ آبادی کا شعر یاد آیا:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی — اللہ نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

ارے! ہم وقت کی قدر نہیں کرتے، یہ گھڑی جو چل رہی ہے، اس میں ایک ایک سیکنڈ اور منٹ

Idara Ghufran

ہماری زندگی سے چلا جا رہا ہے، ہماری زندگی سے ایک ایک منٹ گھٹ رہا ہے۔
بقول خواجہ صاحب کے:

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دَم بدَم

جیسے برف کی سِل کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ پگھل جاتی ہے، اور اس کا پتہ بھی نہیں چلتا، یہی ہماری عمر کا حال ہے؛ ایک دن دنیا سے جانا ہے، کسی وقت بھی اَجل آ جائے، کسی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا، کسی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، اس لیے اپنے انجام کو سوچنا چاہیے اور آخرت کے لیے کچھ کرنا چاہیے
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ (سورة الحشر، آيت نمبر۱۸) [۱]

اپنے نفس سے پوچھو اور کہو کہ! کل کے لیے کیا سامان اور توشہ لے کر جا رہا ہے؟
کچھ اپنے انجام کو سوچ لے، یہ عمر پھر نہیں آئے گی، اعمال کا سلسلہ بس یہیں ختم ہو جائے گا، جو بندہ دنیا سے گزر جاتا ہے، پھر واپس نہیں آتا۔

مال، آل اور اعمال

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ دنیا میں جن چیزوں سے زیادہ تر واسطہ پڑتا ہے، وہ یا مال ہے، یا آل ہے، اور یا اعمال ہیں۔
پھر انسان مَرنے پر مال تو سب سے پہلے چھوڑتا ہے، جس سے ہم اتنی محبت رکھتے ہیں۔
پھر آل اولاد بھی بس قبر میں رکھ کر چلے آتے ہیں۔
لیکن مرنے کے بعد صرف اعمال کام آتے ہیں، اور میت کے پاس قبر میں رہتے ہیں۔ [۲]

---

[۱] ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اُس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

[۲] سمعت أنس بن مالك يبلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : يتبع المؤمن بعد موته ثلاث :أهله ، وماله ، وعمله ، فيرجع اثنان ويبقى واحد ، يرجع أهله وماله ويبقى عمله (الآداب للبيهقي، حديث نمبر ۸۱۵)

تو صرف اعمال کام آتے ہیں، یہی مَرنے والے کے ساتھ قبر وآخرت میں جاتے ہیں، اور اندھیری اور تنہائی والی جگہ میں ساتھ رہتے ہیں۔

غرضیکہ جو چیز سب سے پہلے چُھوٹے گی، وہ یہی مال ہے، جسے کمانے کے لیے ہم جائز ناجائز حرام حلال سب کچھ کرتے ہیں۔

آج ہم جو کہتے ہیں کہ کرپشن ہے، رشوت ہے، سود ہے، مال ہی کی وجہ سے ہے، سارے مال ہی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، پوری طرح منہمک ہیں، مال کے لیے انہماک فی الدنیا ہے۔

ہمارے بڑوں کی یہ حالت نہیں تھی، جو آج ہم اپنے سامنے لوگوں کی دیکھ رہے ہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ:

> عیادت کے لیے اُن کے دوست آئے ،اُن کا آخری وقت تھا، وہ اُن کے سرہانے بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے،اور ایک طرف چراغ جل رہا تھا،اس زمانے میں بجلی نہیں تھی، تو اتنی دیر میں روح پرواز کرگئی۔فوراًوہ بزرگ اُٹھے اور چراغ بجھا دیا کہ اس چراغ میں جو تیل تھا،اب وہ ان کے ورثاء کا ہو گیا،فوت ہونے والے کا نہیں رہا،اور اب ان کے وارثوں کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا جائز نہیں رہا۔

تو ہمارے بزرگ تو حرام حلال اور جائز ناجائز کا اس حد تک اہتمام کرتے تھے۔

سوتے وقت سورۂ ملک کی تلاوت عذابِ قبر سے حفاظت کا ذریعہ

تو قبر کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔

جو شخص رات کو سونے سے پہلے سورۂ ملک پڑھ لے گا تو یہ سورۃ اُسے قبر کے عذاب سے بچائے گی۔[1]

قرآن شریف سفارشی بن کر آئے گا،اور اللہ تعالیٰ سے سفارش اور شفاعت کرے گا، یہ اعمال ساتھ دیں گے، یہ مال اور آل کچھ کام نہیں آئے گا۔

---

[1] عن عبد الله بن مسعود قال من قرأ (تبارک الذی بیده الملک) کل لیلة منعه الله بها من عذاب القبر و کنا فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم نسمیها المانعة وإنها فی کتاب الله سورة من قرأ بها فی کل لیلة فقد أکثر وأطاب (سنن کبریٰ نسائی، حدیث نمبر ۱۰۵۴۷)

تو ابھی ہمیں مہلت ملی ہوئی ہے، مَرنے کے بعد یہ مہلت نہیں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡ لَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ (سورة المنفقون آيت نمبر ۱۰) ؎۱

موت ہماری گھات میں ایسے ہے جیسے شکاری مچھلی کا شکار کرتے وقت گھات لگا کر بیٹھا رہتا ہے، اور کانٹے میں مچھلی کا لقمہ اور غذاء لگا کر رکھی ہوتی ہے۔

بقول شاعر:

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے، لقمہ پہ شاد ہے ۔۔۔ اور صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

ہم دنیا میں منہمک ہیں، خوش ہیں، اور یہ حالت ہے جو قرآن شریف نے بیان کی ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ. اُولٰٓئِكَ مَاۡوٰٮهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (سورة يونس آيت نمبر ۷ و ۸) ؎۲

تو ہمیں بھی یہ ڈھیل اور مہلت ملی ہوئی ہے۔

لیکن موت ایک ساتھ آ کر دبوچ لے گی۔

بہرِ غفلت یہ تیری ہستی نہیں ۔۔۔ دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

؎۱ ترجمہ: ''اور (من جملہ طاعات کے ایک طاعتِ مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ) ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے، اُس میں سے (حقوقِ واجبہ) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو، پھر وہ (بطورِ تمنا وحسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو اور تھوڑے دِنوں کیوں مہلت نہ دی گئی، کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

؎۲ ترجمہ: ''جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے، اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں (آخرت کی طلبِ اصلاح نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آیندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ اُن کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے'' (ترجمہ بیانُ القرآن)

اختتامی دعا

بس اب دعا کرلیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ. رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ. رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ .

یااللہ آپ ہمیں معاف کردیں، ہم واقعی مجرم ہیں، خطاوار ہیں۔ یااللہ آپ صرف اپنے فضل سے اپنی رحمت سے ہم سب حاضرین کو ہمارے اہل وعیال کو گھر والوں کو کُل مؤمن، مؤمنات کی مغفرت فرمادیجیے۔ یا اللہ آئندہ رمضانُ المبارک کے جو لمحات آنے والے ہیں، اُنہیں ہماری اصلاح کا ذریعہ بنادیں؛ ہم اصلاح کے طالب ہیں، اور یہ طلب بھی آپ کی طرف سے ہے، ہم میں ہمت نہیں ہے؛ حضرت حکیم الامت نے فرمایا؛ یااللہ آپ ہی ہمیں ہمت دیدیجیے آپ ہی ہماری اصلاح کردیجیے۔

یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ، یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّہٗ وَلَاتَکِلْنَا اِلیٰ اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ؛ یااللہ آپ ہماری اصلاح فرمادیجیے۔

یا اللہ ہماری جتنی بھی جائز حاجتیں ہیں وہ سب پوری فرمادیجیے، ہماری پریشانیوں کو مصائب تکالیف کو دور فرمادیجیے۔ یا اللہ! ہم میں تحمل نہیں ہے، ہمارے اہل وعیال کو ہمارے سب اعزہ اقرباء رشتہ دار، یااللہ سب کو عافیت عطافرمائیے۔

یا اللہ جو ہم سے قصور ہوگئے ہیں بالخصوص جن بندوں کے ہم نے حقوق ادا نہیں کیے ہیں۔ یااللہ آپ کو پوری قدرت ہے، یااللہ اس معاوضے سے بری کردیجیے۔ اُن کو اس کانعم البدل عطافرمادیجیے تاکہ روزِ محشر ہماری نیکیاں نہ چلی جائیں، اس سے بچالیجیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ. وَصَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

(۲)

تقویٰ اور صادقین کی معیَّت

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں اصلاحی مجلس کے آغاز کے موقع پر بروز اتوار بعد عصر مؤرخہ ۱۶/صفر ۱۴۲۱ھ بمطابق 21/مئی 2000ء کو ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۱۲، اور جلد نمبر۵ کے شمارہ۱، ۲ میں ۳ قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۱۹)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم .

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) اور صادقین کی معیت اختیار کرو''

مفتی محمد رضوان صاحب نے مجھ سے ذکر کیا تھا کہ یہاں ادارہ غفران میں اصلاحی مجلس کے قیام اور حضرت حکیم الامت محی السنۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات وارشادات سُنانے کا ایک سلسلہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔

اس کے افتتاح کے لیے مفتی صاحب نے مجھے دعوت دی تھی۔

میں نے کہا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہوں گا۔ آج کی یہ حاضری اسی سلسلہ میں ہے۔

ماشاء اللہ بہت ہی اچھا خیال ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت نفع ہوگا۔

تقویٰ اور معیّتِ صادقین

جو آیت میں نے تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے۔
ایک تقوے کا اور دوسرے صادقین کی معیت کا۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسلمانو! تقویٰ اختیار کرو۔
تقویٰ کیا چیز ہے؟
تقویٰ نام ہے سارے گناہوں کو چھوڑ دینے اور اللہ کے خوف کی وجہ سے مکمل اجتناب عن المعصیت کا
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى. فَاِنَّ الۡجَنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى

(سورۃ النّٰزعٰت آیت نمبر ۴۰، ۴۱)

کہ جس نے دنیا میں اللہ کی پیشی کے خوف سے کہ روزِ محشر میں حساب ہوگا تقوے کی زندگی اختیاری کری، معصیتوں کو ترک کر دیا، اللہ سے ڈر کر اور اپنے نفس کی خواہش کے خلاف کیا تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہے۔

لہٰذا متقیوں، صادقوں اور سچوں کے ساتھ رہو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اصلاح کے لیے بہت مفید ہیں

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے بہت مفید ہیں، چنانچہ مولوی شبیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ

حضرت! اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے آپ کی تمام تالیفات اور تصنیفات میں سے سب سے زیادہ نافع اور مؤثر اور مفید کون سی چیز ہے؟

تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

’’ملفوظات‘‘

کیونکہ ملفوظات میں ہر ایک کی شخصی اور جزئی حاجتیں اور مختلف بداعمالیاں سب بیان ہو جاتی ہیں۔

اب جبکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دوسرے عالَم میں تشریف لے گئے ہیں، لیکن بحمد اللہ اُن کی اصلاح و رُشد کا فیض آج بھی جاری ہے، اور یہ مشاہدے اور تجربے سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس طرح کا روحانی فیض اللہ والوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ اب اتنے بڑے مجددِ وقت سے روحانی فیض حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُن کی تالیفات، بالخصوص ملفوظات اور بالعموم مواعظ کا مطالعہ کیا جائے، اُن کی تعلیمات پر عمل کیا جائے، اور اس طرح اُن سے فیض یاب ہوا جائے، اور یہ بھی ایک طرح سے معیَّتِ صادقین کی ایک شکل ہے۔

اصل میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ مجالس کے یہ ملفوظات خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''حسنُ العزیز'' کے نام سے قلمبند کرنے کا شروع میں کچھ سلسلہ قائم کیا تھا، پھر وہ اپنی ملازمت کے لیے چلے گئے تھے، اس کے بعد حضرت کی بیماری اور ضعیفی کا دَور شروع ہو گیا تھا۔

اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی جو مجالس پہلے ہوتی تھیں اُن میں بھی کمی کر دی گئی تھی، وعظ بھی کم ہو گئے تھے، البتہ اگر کوئی سلسلہ رہ گیا تھا تو وہ ملفوظات کا تھا۔

حکیم الامت کی مجالس کی ترتیب

شروع شروع میں جبکہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صحت اچھی تھی، اُس وقت حضرت کی دو مجلسیں ہوتی تھیں۔

ایک مجلسِ خاص ہوتی تھی، اور دوسری مجلسِ عام ہوتی تھی۔

صبح کی مجلس ''مجلسِ عام'' کہلاتی تھی، یہ سلسلہ صبح نو دس بجے سے گیارہ بجے تک چلتا تھا۔

پھر ظہر کے بعد جو مجلس ہوتی تھی وہ مجلسِ خاص ہوتی تھی۔

لیکن جب حضرت کی طبیعت خراب ہونے لگی اور صحت کمزور ہو گئی تو پھر اوقات بدل دیے گئے اور حاضری کی تعداد بھی مخصوص اور محدود کر دی گئی۔

چنانچہ مولانا وکیل احمد صاحب شیروانی (لاہور) کے والد حضرت مولانا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ اور حضرات نے تھانہ بھون کی خانقاہ میں بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات قلمبند کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

اب جو بات کہنے کی ہے وہ یہ ہے کہ جن حضرات نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مداومت کے ساتھ مطالعہ کیا، اُن پر عمل کیا، اُن کی بہت اصلاح ہوگئی ہے۔

اور یہ بات کسی عقیدت کی بنیاد پر نہیں کہی جارہی ہے، بلکہ تجربے اور مشاہدے سے کہی جارہی ہے۔

میرے ایک دوست مولانا حشمت علی صاحب جن کا انتقال ہوگیا ہے، وہ ہندوستان میں حضرت مولانا ابرارُ الحق صاحب کے مدرسے (ہردوئی شہر) میں پڑھاتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ:

> نواب صاحب! میں نے تو ملفوظات کی ایک جلد اپنے سرہانے رکھ رکھی ہے، اپنے دوسرے معمولات پورے کرنے کے بعد حضرت کی جب کتاب اُٹھاتا ہوں تو اگر کسی واقعے کی وجہ سے مجھے کچھ پریشانی اور تشویش ہوتی ہے تو قلب کو سکون حاصل کرنے کے لیے میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پڑھتا ہوں اور الحمد للہ میرے قلب کو تسکین ہوجاتی ہے۔

تو ان ملفوظات کا مطالعہ اصلاح میں مفید ہونے کے ساتھ ساتھ دُنیاوی سکون کا بھی ذریعہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات بڑے نافع اور مؤثر ہیں۔

اپنے معمولاتِ نافلہ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مطالعہ

اس لیے جہاں اور ہمارے معمولاتِ نافلہ ہیں وہاں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں سے کم از کم تین ملفوظات کا روزانہ مطالعہ کیا جائے اور پھر غور اور تفکر کے ساتھ کوشش کر کے عمل کیا جائے۔

ان شاء اللہ اصلاحِ نفس میں بڑا فائدہ ہوگا۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں بھی تاثیر ہے

اور ملفوظات کے پُرتاثیر ہونے کی ایک وجہ خود حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحب سے ایک دن تنہائی میں دورانِ گفتگو ذکر کی کہ:

میاں شبیر علی! لوگ میرے مواعظ وملفوظات میں تسہیل کی کوشش کررہے ہیں، اوراس میں الفاظ کی ردّوبدل کردیتے ہیں، سب سے کہنے کی بات نہیں لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے الفاظ من جانب اللہ میرے قلب پر مع معانی کے القاء ہوتے ہیں۔

اور میرے شیخ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا تھا۔

یہ بات حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی شبیر علی صاحب سے ہی ذکر کی کیونکہ اُن کا حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے نسبی تعلق بھی تھا اور وہ حضرت کو بڑے ابّا کہتے تھے اور حضرت اُن کے مربّی بھی تھے، استاد بھی تھے، شیخ بھی تھے سب ہی کچھ تھے۔

اور وہ جانتے تھے کہ یہ میرے اس راز کو راز رکھیں گے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد انہوں نے یہ راز کی بات لوگوں کو بتائی، اور زندگی میں اس لیے اس راز کو خفیہ رکھا تاکہ کوئی افتخار اور بڑائی یا کوئی فتنہ نہ ظاہر ہو۔

حضرت حاجی امداد ُاللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شیخُ العرب والعجم جو حضرت حکیم الامت کے مربّی تھے، وہ اصطلاحی عالم نہیں تھے یعنی باقاعدہ درسِ نظامی سے علم حاصل نہیں کیا تھا، صرف کافیہ (یعنی تیسرے درجے) تک پڑھا تھا۔

مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو وہ علمِ لدنّی عطا فرمایا اور القاء کیا تھا کہ ایسی ایسی علمی اصطلاحات اپنے بیان میں ادا کردیتے تھے کہ علماء حیرت میں رہ جاتے تھے۔

چنانچہ یہ سلسلہ جو آج سے شروع کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے اور سب سُننے والوں اور حاضرین کے لیے نافع بنائے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کا یہی طریقہ اور معمول رہا ہے، مولانا ابرارُالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جیسے

Idara Ghufran

حضرات کے یہاں جب بھی حاضری کی توفیق ہوئی تو اصلاحی مجلس کا سلسلہ دیکھا۔ برکت کے طور پر میں حضرت کا ایک ملفوظ ''الافاضاتُ الیومیہ من الافادات القومیہ'' میں سے سُناتا ہوں اس سے افتتاح ہوجائے۔

حضرت حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ اور اس سے عبرت

واقعہ یہ ہوا کہ حضرت حکیم الامت ریل میں سفر کررہے تھے، اور حضرت کے ہم سفر ایک اور جنٹلمین صاحب تھے، جنہیں میرٹھ جانا تھا اور حضرت کو لکھنؤ جانا تھا۔

تو حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ لکھنؤ تشریف لے جارہے ہیں؟

کہنے لگے کہ نہیں میں تو میرٹھ جارہا ہوں۔

انہیں نہیں معلوم تھا کہ غلطی سے دوسری ٹرین میں بیٹھ گئے ہیں، جو بجائے مشرق کے مغرب کو جارہی ہے۔

غلطی سے بجائے میرٹھ کے لکھنؤ کی گاڑی میں بیٹھ گئے تھے، حضرت نے اُنہیں کے محاورے میں کہا کہ ممکن ہے کہ آپ میرٹھ جارہے ہوں۔

جب کوئی شخص خانقاہ سے رخصت ہوتے وقت حضرت سے یہ کہتا تھا کہ کیا میں جاسکتا ہوں؟ فرماتے تھے:

> کیوں نہیں جاسکتے ہو، دو پاؤں ہیں چلے جاؤ۔ یہ کہنا چاہیے کہ میں جارہا ہوں یا جاتا ہوں۔

تو اُنہیں لوگوں کے محاورے میں حضرت نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ گاڑی میرٹھ جارہی ہو۔

اب تو ان کو بڑی پریشانی ہوئی۔

ان کی پریشانی کی دو وجہ تھیں۔

ایک تو یہ کہ سردی کا زمانہ تھا، اور یہ جنٹلمین لوگ ہوتے بھی ایسے ہیں کہ بس دو کپڑوں میں رہتے ہیں

دوسری وجہ یہ کہ منزلِ مقصود تک پہنچانے والی گاڑی بدل گئی تھی۔

Idara Ghufran

حضرت حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو تسلی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں، پریشان نہ ہوں، اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔

خواہ پریشان ہوں یا افسوس کریں مگر ظاہراًیہ گاڑی رڑکی شہر رکے گی اور دو گھنٹے کے بعد وہاں سے آئے گی۔

مگر ان کو اطمینان نہ ہوتا تھا، کبھی لاحول پڑھتے، کبھی کچھ کرتے، کبھی کھڑے ہوتے اور کبھی بیٹھتے۔

بہت پریشان ہو رہے تھے۔

حضرت نے کئی مرتبہ انہیں کہا کہ بھائی پریشانی بے فائدہ ہے، اِدھر آ کر بیٹھ جاؤ، اور وہ صاحب جھنجھلا جاتے تھے۔

حضرت فرماتے تھے کہ مجھے کبھی کبھی ہنسی بھی آ جاتی تھی۔

تو وہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے تکلیف اور اُلجھن ہو رہی ہے اور آپ کو ہنسی کی سوجھ رہی ہے۔

یہ حکایت سُن کر سبق لینا چاہیے کہ ایسا کیوں ہوا؟

اُن کی پریشانی کی وجہ کیا تھی؟

یہ ہوا کہ انہوں نے راستہ غلط اختیار کیا، منزلِ مقصود کا راستہ اختیار نہیں کیا، صراطِ مستقیم کی طرف نہیں گئے۔

جب ہم صراطِ مستقیم سے ہٹ جائیں گے، تو یہی پریشانی کی حالت پیش آئے گی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ:

میں نے اُس وقت اُن کی اور اپنی حالت کا موازنہ کیا، میں اپنے آپ کو بادشاہوں کی طرح بہت مطمئن پاتا تھا کیونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ میں راہ پر ہوں۔

اور وہ پریشان تھے اس وجہ سے کہ بے راہ ہو گئے تھے اور مقصود سے دُور ہو گئے تھے۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۵)

کہ ”وہی لوگ ٹھیک راہ پر ہیں جو ان کو راستہ اُن کے پروردگار نے دیا ہے اور وہی فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں“

حضرت فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ”ھُدًی“ کو فلاح سے پہلے اور مقدم رکھا ہے۔

ہدایت اول ہے، اگر راستہ صحیح نہیں ہوگا تو مقصود حاصل نہیں ہوگا۔

فلاح اور کامیابی اسی کو کہتے ہیں کہ جو مقصود ہو وہ حاصل ہو جائے۔

تو اس لیے ہدایت ضروری ہے۔

اب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے یہ نکتہ نکال کر بیان فرماتے ہیں کہ:

”اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بزرگوں، متقین، صادقین اور اولیاء اللہ کی جوتیوں میں پہنچا دیا“

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علم، معرفت، مجدّدیت، اور اپنی شان کا کوئی اظہار اور فخر نہیں کیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو بڑے علوم کی مہارتیں اور بڑے کمالات دیے تھے۔

لیکن یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا تو یہ کہ اللہ نے مجھے بزرگوں کی جوتیوں میں پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ کو بندہ کی عاجزی، انکساری، افتقار بہت پسند ہے، اس کی ضِد تکبر، عجب، خود پسندی یہ رذائل اور نفس کی شرارتیں ہیں جن کی وجہ سے بندہ اللہ سے دُور ہو جاتا ہے، اللہ کا قُرب حاصل نہیں ہوتا۔

رہبر کا کام راستہ دِکھانا ہے

تو خلاصہ یہ نکلا کہ بڑی چیز صحیح راہ پر چلنا ہے، صراطِ مستقیم اسی کو کہتے ہیں۔

حضرت فرماتے تھے کہ میں تو طالبین کو جو مخلص طالبین ہیں، اور ہدایت کی طلب لے کر آئے ہیں، انہیں ایک جلسے میں راستہ دِکھا دیتا ہوں۔

بقول خواجہ صاحب کے: ؎

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ — راہ چلنا راہ رو کا کام ہے
تجھ کو رہبر لے چلے گا دوش پر — یہ تِرا رہرو خیالِ خام ہے

کام خود کرنا پڑتا ہے، مجاہدہ کرنا پڑتا ہے تب منزلِ مقصود پر پہنچتا ہے۔
فرض کیجیے کہ آپ گاڑی میں پنڈی سے لاہور یا پشاور جائیں۔
ایک انجان آدمی ساتھ ہو جو پہلی دفعہ یہ سفر کر رہا ہو، تو خاص طور پر پشاور کے سفر میں سڑک کے دونوں طرف درخت ہوتے ہیں، تو دُور سے دیکھنے والے کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب درخت ختم ہوں گے تو شاید راستہ بند ہوگا۔
لیکن چلتے جاتے ہیں تو راستہ کُھلتا جاتا ہے۔ تو مُرشد اور رہبر تو صرف راستہ ہی بتاتا ہے۔

ہدایت کے دو معنیٰ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ ہدایت کے دو معنیٰ ہیں:
یا تو یہ کہ منزلِ مقصود تک پہنچا دیا، یا یہ بتا دیا کہ یہ منزل کا راستہ ہے۔
حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو صراطِ مستقیم کا راستہ اور ہدایت نہیں ملتی تو یہ بڑا ہی بھاری خسارہ ہے۔
اب اس میں ایک نکتہ سمجھنے کا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بغیر استحقاق کے ہدایت عطا فرما دی ہے۔
آج کل خود تو علوم سے واقفیت ہوتی نہیں ہے پھر بھی خود ترجمانی کرتے ہیں اور مسائل استنباط کرتے ہیں۔

اہلیت ہو تو تحقیق ورنہ محقق کی تقلید

حضرت فرماتے ہیں کہ طریق معلوم کرنے کے دو درجے ہیں۔
ایک تو یہ کہ اگر اہلیت ہو تو تحقیق کرو، اور اہلیت تو آج کل عام لوگوں میں ہے نہیں۔
اور جب اہلیت نہیں تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ تقلید کرو، جو تقلید نہیں کرتے وہ غیر مقلد ہیں۔
بہرحال دوسرا درجہ یہ ہے کہ تقلید کرو کہ جو لوگ اس راستے پر چل گئے ہیں، اس گھاٹی سے گزر گئے

ہیں، مثلاً حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے جو فقہ کے چاروں سلسلے ہیں، ان کی تقلید کرلو۔

ہمارے بزرگ بڑی عمدہ بات فرمایا کرتے تھے کہ بھائی قیامت میں جو ہمارے اندر کسی عبادت میں مسائل کے اندر سقم نکلا مثلاً نماز کا ہی مسئلہ ہے کہ ہم پڑھ رہے ہیں امام ابوحنیفہ کی طرح۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں، اور دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ نہیں صاحب! آپ ہاتھ دوسری جگہ باندھیے۔

تو وہ بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو (قیامت کے دن) اللہ میاں سے کہہ دیں گے کہ امام ابوحنیفہ سے اس عمل کی دلیل پوچھ لیجیے، ہم تو ان کے مقلِّد ہیں، اور ان کو مجتہد اور اہل سمجھ کر اتباع کرتے تھے۔

تو تقلید میں یہ فائدہ ہے، اور آج کل تقلید کی ضرورت بھی زیادہ ہے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ محقق ہی صحیح راستہ بتا سکتا ہے۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ شیخ اور مُرشد کا کام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ بتادے اور راستے پر ڈال دے۔

راستہ اور دین یعنی اپنی اصلاح کرانے کا طریقہ تو بڑا آسان ہے، صرف اپنی نیت صحیح کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا اور کسی سے اصلاح کے لیے رشتہ جوڑنا ہے، دین تو آسان ہے۔

جیسے حضرت خواجہ صاحب کا شعر ہے:

تجھ کو طریقِ عشق میں چلنا جو دُشوار ہے — تُو ہی ہمت ہار ہے ہاں تُو ہی ہمت ہار ہے

سارے تصوف کا حاصل

حضرت فرمایا کرتے تھے:

ہمت کرو۔ سارے تصوف کا حاصل صرف دو چیزیں ہیں کہ:

جب تمہیں تمہارا نفس گناہوں کے لیے اُبھارے اور نفس میں کوئی گناہ کرنے کا تقاضا پیدا ہو، مثلاً غیبت کرنے کے لیے زبان چلنے لگی، بدگمانیاں، جھوٹ، نظر میں لغزش،

قلب کا بہکنا، زبان کا بہکنا، یہ سارے جتنے بھی گناہ ہیں، جب ان کے تقاضے پیدا ہوں،تو ہمت کر کے ان کا مقابلہ کرو۔

اور جب نیک اعمال کے کرنے میں سُستی ہو،تو چُستی اختیار کر کے نیک عمل کو کرو۔

بدنظری سے بچنے کا ایک علاج

عجیب اتفاق ہے کہ مجھ سے اصلاحی تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے مجھے خط میں لکھا، پڑھ کر مجھے حیرت ہوگئی کیونکہ انہوں نے ''تربیتُ السالک'' کتاب نہیں پڑھی۔

مگر وہی الفاظ اُن کے خط میں میں نے پڑھے جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ایک معصیت کے سلسلے میں ایک سالک نے لکھے تھے، یہ خط اس کتاب میں موجود ہے۔

اُن صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ جب میں کسی غیرمحرم پر نظر ڈالتا ہوں،تو نظر ہٹتی نہیں ہے، مجھے قابو نہیں رہتا۔

حضرت نے کہا کہ:

اچھا! اگر تمہارا باپ دیکھ رہا ہو،اور اُس وقت تم کسی غیرمحرم عورت کو گھور رہے ہو،تو اُس وقت نظر ہٹانے پر قابو رہے گا۔

عرض کی کہ ہاں۔

فرمایا کہ:

جب اپنے اختیار سے نظر ڈالتے ہوتو اپنے اختیار سے نظر ہٹا بھی تو سکتے ہو، یہ کہنا کہ بالکل بے قابو ہوجاتا ہوں۔ یہ غلط ہے، یہ صرف نفس کی شرارت ہے۔

بہرحال طریق تو آسان ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ تصوف کا حضرت نے ایک گُر بتایا ہے، کہ جب گناہ کا تقاضا نفس میں پیدا ہوتو ہمت کرو۔

ہمت کر کے اس تقاضے کے خلاف کرو، مخالفت کرو، نظر کو نیچی کرو۔

قرآنِ پاک میں ہے کہ غضِ بصر کرو۔

اور جو اس گناہ پر وعیدیں اور سزائیں جھنّم کی ہیں، اُن کا استحضار کرو، اور سوچو کہ اللہ دیکھ رہا ہے تو اوّل یہ کہ بندہ گناہ کرتا ہے، اور دوسرا یہ کہ طاعت میں سُستی کرتا ہے۔

حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ: طاعت میں بھی یہی مقابلہ ہے، کہ مثلاً جب نماز میں صبح اُٹھنے کے لیے سُستی ہو رہی ہے، اور فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد نہیں جا رہا ہے اور نفس اُسے تھپتھپا رہا ہے کہ ابھی اور سو جا اور بار بار گھڑی دیکھ رہا ہے کہ ابھی تو وقت ہے ابھی تو دیر ہے۔

تو پھر ایسا سویا کہ فجر کی نماز ہی نکل گئی، تو اس موقعہ پر بھی اس سُستی کو توڑنے کے لیے نفس کی اس خواہش کا مقابلہ کرنا پڑے گا، اور وہاں بھی ہمت سے کام لینا ہوگا۔

ہمت ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے۔

مشہور مقولہ ہے:

ہمتِ مرداں مددِ مولا

اور خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

تجھ کو طریقِ عشق میں چلنا جو دُشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے

تو جو رہ رو ہر قدم پر کھا رہا ہے ٹھوکریں
لَنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

یہی معاملہ دین کا بھی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے خوب فرمایا ہے:

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر
وہ بھی گِرا نہیں، جو گِر کر سنبھل گیا

اگر لغزش ہو جائے، غلطی ہو جائے فوراً توبہ کر یے اور پھر آگے بڑھیے۔

جہاں چلتے جا رہے ہوں تو وہاں ٹھوکر لگ جایا کرتی ہے، مگر اس سے رُکے نہیں، پھر کھڑا ہو جائے۔

اگر گناہ ہو گیا ہے تو پھر فوراً اس سے توبہ کر لے اور پھر آگے بڑھ جائے۔

مقصد یہ ہے کہ بندہ ہمت سے کام لے، حضرت کے اس ملفوظ کا لبِ لباب یہ ہے کہ شیخ اور مُرشد کا کام راستہ بتا دینا ہے، مگر راستہ پر چلنا مرید کا اپنا کام ہے۔

بیعت مقصود نہیں، اصلاح مقصود ہے

آج کل اکثر لوگ بس مرید ہونے کو کافی سمجھتے ہیں، اور بہت کثرت سے بیعت ہوتے ہیں۔
بعض حضرات کے یہاں اس میں بہت توسُّع ہے۔
مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی فوج بڑھانی نہیں ہے۔
بھائی بیعت سے مقصود یہ ہے کہ اصلاح ہو جائے، اور بعض دفعہ بغیر بیعت کے بھی یہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔
بے شک برکت کے لیے بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت ہوا جاتا ہے، لیکن پہلے سے مناسبت تو پیدا ہو اور مقصود تو معلوم ہو جائے۔
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اصلاح کے لیے بعض ذاکرین اور سالکین آٹھ آٹھ سال، دس دس سال پڑے رہتے تھے، بعضوں کی اصلاح جلدی نہیں ہوتی تھی۔
ایک دفعہ ایک نوجوان شخص آیا، اس نے مجاہدہ کیا ہوا تھا، گویا کہ خشک لکڑی کی طرح تھا کہ بالکل ذرا سی چنگاری دِکھاؤ تو آگ بھڑک اُٹھے۔
ماشاء اللہ اُس نوجوان نے نفس کے خلاف اتنا مجاہدہ کر لیا تھا۔
بہر حال وہ نوجوان صاحب وہاں آ کر حضرت کی خانقاہ میں رہے، اور چند دن میں حضرت نے اُنہیں خلافت دیدی۔
حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمل پور کے، جن کے بیٹے حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب ہیں، [۱] بہت بڑے بزرگ تھے، اور وہ کامل پورے کہلاتے تھے۔
تو انہوں نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم کیا، جبکہ وہ مظاہرُ العلوم سہارنپور میں شیخُ الحدیث تھے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ اصلاح لیتے رہے، تھانہ بھون بھی گئے اور حضرت سے خط و کتابت اور بات چیت ہوتی رہی، حضرت نے انہیں اجازت اور

---

[۱] اب حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ درجات بُلند فرمائیں۔ آمین۔

خلافت دیدی۔ عرض کی کہ حضرت آپ نے ابھی بیعت تو کیا ہی نہیں تھا؟
کہنے لگے لاؤ اب بیعت کر لیتے ہیں، تعلق کوئی رسمی چیز تو نہیں ہے۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت حاجی صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت حکیم الامت نے جب دیوبند میں پڑھتے تھے خط لکھا کہ حضرت میں نے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو میرے استاد بھی ہیں، اُن سے عرض کیا تھا کہ مجھے آپ بیعت کر لیجیے۔

انہوں نے کہا تھا کہ:

ابھی تم طالبِ علم ہو، طالبِ علمی میں نہیں، بعد میں کریں گے۔

کیونکہ بیعت ہونے کے بعد ذکر اذکار اور تعلیم ہوتی ہے، جو طالبِ علمی میں مشکل ہے۔

تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ:

کوئی بات نہیں، میں تمہیں یہیں سے بیعت کر لیتا ہوں۔

پھر جب حضرت حکیم الامت خود مکہ مکرمہ گئے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھی حاجی صاحب سے بیعت ہو گئے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بیعت مقصود نہیں بلکہ بیعت اصلاح حاصل کرنے کا ذریعہ اور واسطہ ہے۔ اور ہم ذرائع کو مقاصد بنا لیتے ہیں، مقصود تو اصلاح ہے اور اصلاح سے مقصود کیا ہے؟ اس سے مقصود، اللہ کی رضا ہے کہ ہمارے اندر جتنے بھی رذائل ہیں، وہ فضائل سے بدل جائیں، بجائے حرص اور لالچ کے قناعت پیدا ہو جائے، بجائے تکبر اور غرور کے ہمارے اندر تواضع پیدا ہو جائے، حبِ مال، حبِ دنیا، حبِ جاہ یہ جتنے بھی رذیلے ہیں، ان کی جو اضداد ہیں ان کا اکتساب کرنا یہ اصلاح سے مقصود ہے، بیعت ہونا مقصود نہیں ہے۔

اسی لیے حضرت فرماتے ہیں کہ شیخ کا کام تو بس یہ ہے کہ راستے بتا دیتا ہے راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اب ہم جو ادارہ غفران میں آئے ہیں تو کسی کے راستہ بتانے پر ہی آئے ہیں، اگر ہم کہیں کہ ہم تو تمہارا بتایا ہوا راستہ نہیں مانتے تو پھر یہاں کس طرح پہنچتے؟

Idara Ghufran

شیخ کا ولی اور مقبول ہونا ضروری نہیں، محقق ہونا کافی ہے

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیخ کا ولی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، دونوں چیزوں کی تردید کردی، اگر کسی میں یہ چیزیں ہیں تو بہت عمدہ ہے، لیکن یہ دونوں چیزیں ضروری نہیں ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ محقق وفن دان ہو، اس راہ کا فن جانتا ہو، اس سے بھی اصلاح کرائی جاسکتی ہے؛ جیسا کہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر فن سے واقف ہو، اپنے فن میں مہارت رکھتا ہو، طبیبِ حاذق ہو، اس سے جسمانی علاج کرانا اور اس کو اپنا معالجِ جسمانی بنانا درست ہے، خواہ وہ عمل میں کوتاہی کرتا ہو، طبیب ومعالج کا خود پرہیزگار ہونا ضروری نہیں ہے۔

بہرحال شیخ میں اصلاح کا فن جاننا اور اس میں مہارت ہونا یہ ضروری ہے، اگر اصلاح کے فن سے واقف ہے اور جانتا ہے اور آپ کو اس سے مناسبت ہے تو اس کو شیخ تجویز کرلیجیے۔

اور اگر ولی اور مقبول تو ہے، مگر فن دان نہیں ہے، بلکہ اناڑی ہے تو اس کو شیخ نہیں بنانا چاہیے۔

کیونکہ ایسی صورت میں تو وہی ہوگا جو کسی نے کہا ہے کہ:

ع نیم حکیم خطرۂ جان ونیم ملا خطرۂ ایمان

میرے چچا مرحوم کو کراچی میں پھیپھڑوں کا کینسر تھا، انگریزی علاج کرایا، افاقہ نہیں ہوا۔

پھر ہمارے ایک بڑے حاذق حکیم عباسی صاحب نیو کراچی میں رہتے تھے، حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بہت آیا جایا کرتے تھے اور اُن سے تعلق تھا۔

تو میں نے ان سے ملاقات کی اور انہیں اپنے چچا صاحب مرحوم کے علاج کے لیے بُلایا۔

چنانچہ وہ آئے، تو انہوں نے خود نسخہ تیار کیا اور کچھ احتیاط بتائی اور کہا کہ سگریٹ نہیں پینا اور خود بے انتہاء سگریٹ پیتے تھے، ایک سگریٹ ختم نہیں ہوتا تھا تو دوسرا لگا لیتے تھے، جسے انگریزی میں چین سموکر (Chain smoker) کہتے ہیں۔

خود تو سگریٹ پینے کی عادت اور مریض کو سگریٹ نہ پینے کی ہدایت دے رہے ہیں، پھر ان کے

علاج سے چچا مرحوم کو فائدہ ہوا۔

تو جس طرح ہمارے جسمانی امراض کے حکیم اور ڈاکٹر ہیں کہیں ذیابیطس کا علاج ہو رہا ہے، گردے کی تکلیف ہے، پھیپھڑے کی ہے، جتنے بھی جسمانی امراض ہیں، ان سب کے علاج کے لیے معالج وطبیب کا مقبول ومشہور ہونا کافی نہیں بلکہ فن دان اور ماہر ہونا ضروری ہے، خواہ وہ پھر مقبول ومشہور بھی ہو یا نہ ہو۔

ایسے ہی باطن اور روح کے بھی امراض ہیں، جیسے حسد، حرص، لالچ، کینہ، ان روحانی امراض کی بہت لمبی چوڑی فہرست ہے۔

اور اصلاح میں اپنے شیخ کو ایک ایک کر کے بتانی پڑتی ہے، تو ان کے علاج ومعالجہ کے لیے معالج وطبیبِ روحانی کا فن سے واقف ہونا اور فن کا جاننا ضروری ہے۔

حضرت حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاک کی حالت

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ڈاک آیا کرتی تھی، مجھے الحمد للہ حضرت کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

ہمارے مفتی رضوان صاحب کے دادا مرحوم حضرت منشی سلیمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت حکیم الامت کی ڈاک لایا کرتے تھے۔

اور مجھے یاد ہے کہ جست کا ایک لمبا سا ڈبہ تھا، اس میں خط ہوتے تھے اور تالا لگا ہوتا تھا، وہ کھولتے تھے اور حضرت کے سامنے لاکر رکھ دیتے تھے۔

تصویر کا گناہ اور بزرگوں کی احتیاط

اب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ملفوظ ذکر کرتا ہوں کہ حضرت نے فرمایا کہ:

ایک خط آیا ہے، اس خط میں ایک صاحب نے حضرت سے یہ سوال کیا کہ:

یہ فرمائیے کہ تصویر کا رکھنا گناہِ کبیرہ ہے یا گناہِ صغیرہ؟

حضرت نے یہ جواب نہیں دیا کہ گناہِ کبیرہ ہے یا صغیرہ ہے بلکہ تحریر فرمایا کہ:

بھائی پہلے ہماری ایک بات کا جواب دو کہ کپڑوں کے بکس میں کبھی آگ رکھنے کے سلسلہ میں بھی یہ تحقیق کی ہے کہ یہ چھوٹی چنگاری ہے یا بڑا انگارہ ہے؟ بلکہ دیا سلائی ہوگی جب بھی اس سے کپڑوں کو بچاؤ گے، تو گناہ کی تو خاصیت ہی آگ کی طرح ہے، پھر چھوٹے اور بڑے گناہ ہونے کا سوال کیا ہے؟

اور حدیث شریف میں بھی ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ [۱]

اور آج کل تو یہ حالت ہے کہ گھروں میں اور بازاروں میں ہر جگہ تصویریں لٹک رہی ہیں، جو انگریزی وغیرہ کی کتابیں آرہی ہیں، وہ بھی ساری کی ساری اوپر سے نیچے تک تصویروں سے بھری ہوئی ہیں، اخبار یں تصویرنامہ ہیں خبرنامہ نہیں ہیں۔

بڑی فحش فحش تصویریں ہوتی ہیں، میں تو اخبار لینے سے منع ہی کر دیتا ہوں۔

ہمارے بزرگ حضرت بابا نجم الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے اکابر بھی رات کو سونے سے پہلے دیکھ لیتے تھے کہ کہیں میرے گھر میں تصویر دار اخبار تو نہیں ہے یا کوئی تصویر تو نہیں ہے۔

تصویر سے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

ایسا بھی ہوا کہ ہم اکابر کے ساتھ کسی مریض کو دیکھنے گئے جو کہ مرضُ الموت میں تھے اور وہاں پر قائدِ اعظم کی یا کسی اور کی تصویر لٹکی ہوئی تھی یا کوئی تصویر والا کیلنڈر تھا تو مریض کی جان نہیں نکل رہی تھی، زبان پر کلمہ نہیں آرہا تھا۔

میرے سامنے ایسا ہوا، کہ ان بزرگ کی اس لٹکی ہوئی تصویر پر نظر پڑی تو فرمایا:

''اوہو، یہ سارا قصہ تو اس لعنت کا ہے؛ ہٹاؤ اس تصویر کو''

جیسے ہی تصویر ہٹائی، لا الٰہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کرگئی۔

معلوم ہوا کہ تصویروں کا گھروں میں رکھنا بڑی خطرناک چیز ہے۔

---

[۱] قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیہِ کَلْبٌ وَلَا تَصَاوِیرُ (بخاری، کتاب اللباس، باب التصاویر)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے، جس میں کتّا یا تصویریں ہوں (ترجمہ ختم)

تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو!

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ:

نمازِ فجر کے بعد بروز جمعہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے تو قبل از نمازِ جمعہ اس کو دفن کیا جائے، یا نمازِ جمعہ کے بعد دفن کیا جائے تاکہ مجمع اور لوگ زیادہ ہوجائیں؟

کیونکہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ دیر نہ کرو۔

حضرت نے فرمایا کہ:

جمعہ کے بعد کا انتظار نہ کیا جائے۔

عرض کیا کہ:

حضرت لوگ اس وجہ سے دیر کرتے ہیں کہ نمازِ جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہوں گے؟

فرمایا کہ:

یہ مسئلہ اُن کو معلوم نہیں ہے، اسی لیے ایسا کرتے ہیں، ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ میت کے دفن میں دیر کرنے پر ممانعت آئی ہے۔

حدیث شریف کا ایک مضمون یاد آیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں میں دیر نہ کرو:

جب نماز کا وقت ہوجائے فوراً نماز کی تیاری کرو، کہیں خدانخواستہ نماز کے پڑھنے سے پہلے وقت آ گیا، کوئی حادثہ پیش آ گیا، دل کا دَورہ پڑ گیا اور بندہ ختم ہوگیا تو نماز سے محروم نہ ہوجائے، لہٰذا فوراً نماز کی تیاری کرو۔ دوسری چیز ہے کہ جب کسی کی بیٹی کے جوڑ کا رشتہ مل جائے، تو اس کے نکاح کی فوراً کوشش کرو۔ اور تیسرا یہ ہے کہ جب جنازہ تیار ہوجائے تو میت کو جلد از جلد اُس کے ٹھکانے لے جاؤ۔ [1]

---

[1] أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُئًا (ترمذی، حدیث نمبر ۱۷۱)

ترجمہ: نبی ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب حاضر ہوجائے، تیسرے جوان لڑکی کا جب (نکاح کا) جوڑ مل جائے۔

ہمارے حضرات فرماتے تھے کہ چھ گھنٹے کے اندر میت اپنے ٹھکانے پر پہنچ جانی چاہیے، چھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔

بہر حال اصلاح وتزکیہ کے شعبہ میں مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور مجاہدہ کہتے ہیں مخالفتِ نفس کو، اور نفس شَر کا منبع ہے، اس کی خواہشات وہی ہوتی ہیں جس سے معصیت اور شَر عائد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ اصلاحِ نفس اور اصلاحِ اعمال کے لیے الحمدللہ ہمارے مفتی رضوان صاحب نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، اس میں شرکت کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ بہت نفع ہوگا، پھر حضرت کے ملفوظات کے سُننے، سُنانے اور عمل کرنے سے ایک بزرگ، ایک مجدّدِ وقت سے ایک روحانی اور برزخی تعلق قائم ہوجائے گا۔

اختتامی دعا

اب دعا کرلیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ.

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

یا اللہ معاف کردیجیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا يَا كَرِيْمُ .

یا اللہ ہمارے سارے گناہوں کو چاہے صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں یا اللہ گناہ تو منحوس چیز ہے۔

ہمارے گناہوں کی میل کچیل کو جو کہ نجس چیز ہے، اس کو صاف فرمادیجیے اور طہارت عطا فرمادیجیے، یا اللہ ان تمام معصیتوں سے طہارت دیدیجیے۔

یا اللہ حضرت حکیم الامت مجدّدُ الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ روحانی سے ہم سب کو مستفید فرمادیجیے۔

یا اللہ جس سلسلہ کا آج افتتاح کیا ہے یا اللہ اس میں برکت عطا فرمادیجیے۔

Idara Ghufran

یا اللہ ادارہ غفران کے وسائل میں خوب ترقی عطا فرمائیے۔

یا اللہ خوب اور زیادہ سے زیادہ امداد عطا فرمائیے۔

اور یا اللہ اس میں اپنی برکتیں اور رحمتیں رکھ دیجیے۔

یا اللہ جو یہاں دین کا کام کررہے ہیں اُن کو صحت اور تندرستی عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہمارے دوست احباب میں جو مقروض ہیں اُن کو قرض کے بار سے سبکدوش فرما دیجیے۔

یا اللہ جو بے روزگار ہیں اُن کو جائز روزگار عطا فرما دیجیے۔

یا اللہ! یہاں جو ہمارے دوست آئے ہوئے ہیں، اور جو کاروبار شروع کررہے ہیں اُس میں خوب نفع، برکت اور ترقی عطا فرمائیے۔

یا اللہ آپ نے ایمان عطا فرمایا ہے، اس ایمانِ حاصل پر ہم شکر ادا کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

یا اللہ ہم اس ایمان پر شکر ادا کررہے ہیں، یا اللہ ہمارے شکر کو قبول فرمالیجیے اور اس ایمانِ حاصل کو ایمانِ کامل بنا دیجیے، اور اسی ایمانِ کامل کے ساتھ حسنِ خاتمہ نصیب فرما دیجیے اور دنیا سے اُٹھا لیجیے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم.

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

(۳)

اولیاءَ اللہ کی صحبت اور اصلاحِ معاشرت کی ضرورت

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۱۵/ شعبان ۱۴۲۱ھ بمطابق ۱۲/ نومبر ۲۰۰۰ء بروز اتوار کو ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۷ اور ۸ میں دو قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِیۡمِ.

اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ. یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (سورة التوبة آیت نمبر ۱۱۹) [۱]

الحمدللہ ادارہ غفران میں پہلے بھی حاضری کی توفیق ہوتی رہی ہے۔

اس دفعہ تو خصوصی طور پر حاضر ہوا ہوں، اس لیے کہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم ودامت برکاتہم ساہیوال سرگودھا، اتنی دُور سے سفر کر کے تشریف لائے ہوئے ہیں، اور ان کے صاحبزادے مفتی عبدالقدوس صاحب بھی ساتھ آئے ہیں۔

ان حضرات کا وجودِ بامسعود بہت غنیمت ہے۔ [۲]

اولیاءَ اللہ کی چار قسمیں

حضرت حاجی امدادُ اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ یاد آیا جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ:

اہلُ اللہ کے چار گروہ ہیں، جن کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ اول مفسرین، دوم

---

[۱] ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور (عمل) سچوں کے ساتھ رہو (ترجمہ بیانُ القرآن)

[۲] اس موقع پر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ بھی ادارہ میں تشریف لائے ہوئے تھے اور اس مجلس میں موجود تھے، اور اب حضرت رحمہ اللہ انتقال فرما چکے ہیں، اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔ محمد رضوان۔

محدثین، تیسرے فقہاء، اور چوتھے صوفیاء۔

الحمدللہ ہمارے اکابرِ دیو بند میں یہ چاروں علوم ایک ہی جگہ مجتمع تھے۔

اب انہیں کے بقیۃُ السلف اس وقت ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں، ماشاءاللہ مفسر بھی ہیں، محدث بھی ہیں، فقیہ بھی ہیں، صوفی بھی ہیں۔

تو ہم لوگوں کی یہ بڑی خوش نصیبی اور سعادت ہے کہ ان کی زیارت کا موقع مل گیا۔

اصلاحی مجالس کے قیام کی وجہ

ماشاءاللہ ادارہ بڑا اچھا کام کر رہا ہے، یہ اصلاحی مجلس کا ایک سلسلہ ہے جو مفتی رضوان صاحب نے شروع کیا ہے۔

اس طرح کی ہمارے اکابر کی اصلاحی مجالس کراچی، لاہور، ملتان، ساہیوال، اسلام آباد، پنڈی اور دیگر شہروں میں بھی ہو رہی ہیں۔

اس وقت مجھے وہ حضرات بھی یہاں نظر آ رہے ہیں جو ہمارے یہاں اسلام آباد میں مسجدِ کوہسار کی مجلس میں آتے ہیں۔

تو بہرحال لوگ وہاں بھی جاتے ہیں، اور یہاں بھی آتے ہیں۔

لیکن کبھی آپ حضرات نے یہ بھی غور کیا ہے کہ کیا ان اصلاحی مجلسوں میں صرف شرکت کرنا ہی کافی ہے؟

آپ وہاں بھی اصلاحی مجالس میں جاتے ہیں اور یہاں بھی آتے ہیں، تو اس پر غور کرنا چاہیے، جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہمارے نفس میں جو رذائل اور بُرے اخلاق ہیں اور جن کی اصلاح کے لیے ہم اصلاحی مجالس میں آتے ہیں۔

تو کیا ان مجالس میں شریک ہونے کے بعد ان بُرے اخلاق کی اصلاح میں کچھ ترقی ہوئی ہے، اپنی اصلاح میں کچھ فرق آیا ہے، اور جو ہمارے نفس کے اندر رذائل ہیں، اُن کا امالہ ہوا ہے؟

ہمارے صوفیاء نے بُرے اخلاق کی اصلاح کے لیے امالہ کی اصطلاح اختیار کی ہے۔

ازالہ کی اصطلاح اختیار نہیں کی، کیونکہ جو فطری اخلاق ہیں، اُن کا ازالہ نہیں ہوتا۔

سلوک اور تصوف میں رذائل کا امالہ ہوتا ہے، اور فضائل کی تحصیل ہوتی ہے۔

تو غرضیکہ آمدن، نشستن، برخواستن نہیں ہونا چاہیے، کہ آ گئے، سُن لیا اور چلے گئے، بلکہ جائزہ لیا کریں۔

حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ:

بھائی یہ جو اصلاحی مجالس ہیں، یہ اس طرح سے نہیں ہیں جیسے کہ کہیں مشاعرے ہو رہے ہوں کہ کسی شاعر کے شعر پر داد دیدی، اور خوش ہو گئے اور واہ واہ ہوگئی، شعر وشاعری سے وقتی طور پر محظوظ اور لُطف اندوز ہو گئے اور پھر چلے گئے۔

نہیں بلکہ یہ اصلاحی مجلسیں نفس کی اور اعمال کی اصلاح کے لیے منعقد ہوتی ہیں۔

اس لیے نفس کی اصلاح کے لیے ایک تو یہ ضروری ہے کہ ہم سب اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہیں اور دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ کسی ایسے مصلح سے جو شریعت کی اتباع کرتا ہو، اُس سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے، اور پھر انقیاد، اور اتباع کو اختیار کیا جائے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن حضرات کی کچھ علامات بھی بتلائی ہیں جن سے اصلاحی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے، اس لیے کسی مصلح سے تعلق قائم کرنے سے پہلے اُس میں ان علامات کو بھی دیکھ لینا چاہیے۔

پھر صوفیائے کرام نے اپنی اصلاح کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ جس طرح ایک ایک کر کے جسم کی بیماریوں کا علاج کرایا جاتا ہے۔

اسی طرح پہلے اپنے نفس میں دیکھو کہ ہمارے باطن کے امراض کیا کیا ہیں؟

پھر ایک ایک کر کے ان امراض کا اپنے مصلح سے علاج کراؤ۔

باطن کے امراض میں تکبر، حسد، حرص، لالچ، غضب، غصہ، شہوت، حبِ مال، حبِ جاہ، حبِ دنیا یہ اور اس جیسے دوسرے باطن کے امراض ہیں۔

جب یہ چیزیں حدِ اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو مہلک ہو جاتی ہیں۔

یہ رذائل ہیں، اصلاح انہیں رذائل کی کی جاتی ہے، اور مقصود یہی ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔
باقی جو معالجات اولیاء اللہ اور مشائخ کراتے ہیں، وہ سب وسائط اور ذرائع ہیں۔
ان سے مقصود اکتسابِ فضائل اور امالۂ رذائل کرنا ہوتا ہے، اسی کے لیے محنت کی جاتی ہے، اور اسی کے واسطے یہ ہماری اصلاحی مجلسیں قائم ہیں۔
ماشاء اللہ اس ادارے میں مفتی رضوان صاحب نے یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔
بہرحال اصلاح کے لیے اہلُ اللہ کی صحبت اور اُن کی مجالس میں شرکت بہت ضروری ہے، اور اس کے ساتھ مجدد دِوقت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا مطالعہ بھی ضرور کرنا چاہیے۔
حضرت مولوی شبیر علی تھانوی صاحب نے الافاضات الایومیہ کی جو جلدیں کراچی میں شائع کی تھیں، ان میں سے پہلی جلد میں اپنے اُس مقدمے اور دیباچے میں لکھا ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے مجلس میں دریافت کیا گیا کہ اصلاح کے لیے آپ کی اتنی تالیفات ہیں، اُن میں سے سب سے زیادہ نافع اور مؤثر اور مفید کیا چیز ہے؟
تو فرمایا کہ ملفوظات۔

اصلاحی مجالس کے قیام کی ضرورت

ہمارے حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے دو وقت بتائے ہیں کہ فجر اور عصر کے بعد نفل وسنت نماز نہیں ہوتی، تو اس میں کوئی ایسا معمول اگرچہ مختصر ہی ہو، باندھ لینا چاہیے جس میں اصلاحِ اعمال سے متعلق کوئی حدیث شریف سُنا دی، یا حضرت والا حکیم الامت کے ملفوظ سُنا دیے، اور اس موقعے پر جیسا مجمع ہو، اُس کے مطابق کچھ تشریح کر دی۔
کیونکہ مجمع دیکھ کر خطاب کیا جاتا ہے، جو مجمع عامۃُ المسلمین کا ہے علماء کا نہیں ہے، تو وہاں معاشرے سے متعلق باتیں بتانی چاہئیں۔
تو میں مفتی رضوان صاحب کو یہ مشورہ دوں گا، جیسا کہ میں نے اپنے یہاں بھی روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد یا عصر کے بعد شروع کرا رکھا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات

سُنائے جاتے ہیں، اور یہ بہت ہی نافع ہیں؛ تو مفتی صاحب بھی ایسا کوئی سلسلہ جاری رکھیں کہ ملفوظات یا دوسری کسی کتاب سے مختصر سنا دیا کریں۔

اصلاح کے لیے صحبتِ اہلُ اللہ کی ضرورت

میں نے شروع میں جو آیتِ کریمہ تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورة التوبة آيت نمبر ۱۱۹)

کہ اے مؤمنو! اللہ سے ڈرو، تقویٰ اختیار کرو، اور جو صادقین ہیں، متقین ہیں، اُن سے رشتہ جوڑو، اُن کے ساتھ رہو۔

حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

اصلاح کے لیے کتابیں اور علم کافی نہیں ہے، بلکہ اصلاح کی اصل صحبت ہے۔

اور اس بات کی تائید قرآن پاک کی آیت سے ہورہی ہے، کہ جن اولیاء اللہ اور اصلاح یافتہ لوگوں سے تم نے اصلاح کرائی ہے، ان کے ساتھ رہنے سے اصلاح ہوگی لہٰذا اپنے مصلحین اور اولیاء اللہ کے ساتھ رہو۔

کیونکہ مرید کو اپنے مصلح، شیخ اور پیر کے پاس جانے آنے اور ان سے تعلق قائم کرنے سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ یہ مرید اپنے شیخ اور پیر سے اپنا ایک ایک رذیلہ ذکر کرے گا، پھر وہ شیخ اور پیر اُن رذائل کا علاج بتائیں گے۔

اس طرح مرید اپنے شیخ کی ہدایات پر عمل کر کے اپنے تمام بُرے اخلاق کی اصلاح کرائے گا۔

اور شیخ کے پاس جانے آنے سے دوسرا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اپنے شیخ اور اولیاء اللہ کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے اور اُن کے ساتھ رہنے سے اُن کے ساتھ اُنس اور مناسبت پیدا ہو جائے گی۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر بہت تاکید ہوتی تھی کہ جب تک شیخ اور مرید میں مناسبت اور اُنس پیدا نہ ہو، اُس وقت تک بیعت کا تعلق قائم نہ کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ سارے دین کی جڑ یہی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی صحبت اختیار کی جائے، کیونکہ اہلُ

اللہ کی صحبت سے اصلاح ہوتی ہے۔

اور اصلاح کرانا ہر شخص پر ضروری ہے، اوراسی طرح دین کا ضروری علم یعنی فرضِ عین علم بھی ہر شخص کو حاصل کرنا ضروری ہے، خواہ وہ اصطلاحی عالم ہو یا نہ ہو۔

لیکن پورا اور کامل عالم بننا کہ ہر شخص دورۂ حدیث سے فارغ ہو، اس طرح کا اصطلاحی عالم ہونا ہر شخص کے لیے ضروری نہیں ہے۔

دین پر استقامت حاصل کرنے کا طریقہ

الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ایمان کی دولت سے مشرف فرمایا ہے، لیکن اس ایمان کی بقاء اور ایمان پر خاتمہ کیسے حاصل ہو؟

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن بندوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ایمان کی دولت عطا فرما کر ہدایت عطا فرمائی تو اب اس ہدایت پر استقامت کیسے حاصل ہو؟

اس بارے میں قرآن پاک کی آیت میں ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (سورہ حٰمٓ السجدۃ ۳۰) ؎

جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

استقامت علی الہدایت کے لیے صرف علم کافی نہیں، اسی طرح صرف معرفت بھی کافی نہیں ہے، اور صرف عبادت بھی کافی نہیں ہے۔

عالم ہونا، یا عارف ہونا یا عابد ہونا، یہ ساری چیزیں ہدایت پر استقامت کے لیے معاون ومعین ومُمِد تو ہوتی ہیں، مگر کفایت نہیں کرتیں۔

اس پر حضرت سے پوچھا گیا کہ ہدایت پر استقامت کے لیے پھر کیا چیز کفایت کرتی ہے؟

؎ ترجمہ: جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر (اس پر) مستقیم رہے (ترجمہ بیانُ القرآن)

تو حضرت نے فرمایا کہ:

ہدایت پر استقامت کے لیے اللہ اور اُس کے رسول کی محبت کفایت کرتی ہے، کیونکہ محبت اطاعت کے لیے ایک طرح سے تازیانے کا کام کرتی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت پیدا ہو، اور اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت جب ہی پیدا ہوگی جبکہ اُن سے محبت کرنے والوں سے ملو، اور مقربین یعنی جو اللہ کے مقرب بندے ہیں، جنہیں وصول الی اللہ ہو چکا ہے، اُن سے اللہ کے لیے تعلق رکھو۔ بقول شاعر:

اُن سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ　　　　اُن کے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

پندرہ شعبان کی فضیلت سے محروم لوگ

بہرحال جو حِکمتوں کی اور معرفتوں کی باتیں ہیں، وہ تو بڑوں کے لیے ہیں، میرے منہ سے تو زیب ہی نہیں دیتا کہ حضرت مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب کی موجودگی میں کچھ حِکم اور وعظ بیان کروں۔ میں تو عامۃُ المسلمین اور اپنے کو خطاب کرتے ہوئے اور اپنے معاشرے کے حالات کو دیکھتے ہوئے آج وہ چیزیں بیان کرتا ہوں جن کا تعلق آپس کے تعلقات اور علائق سے ہے۔

اب پندرہ شعبان کی گزشتہ رات وہ رات ہے جس میں بخشش کے لیے اور عام مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدائے عام ہوتی ہے،، مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو جب تک اپنی اُن مخصوص معصیتوں اور رذائل سے توبہ نہ کرلیں، اُس وقت تک بخشش اور عام مغفرت سے محروم رکھے جاتے ہیں۔

بخشش اور عام مغفرت سے محروم لوگوں میں ایک طبقہ وہ ہے کہ جس کی اپنے اقرباء، اعزہ، والدین یا دوسرے تعلق داروں سے قطع رحمی ہو۔

ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آخری شعبان میں رمضان سے پہلے جو اصلاحی مجالس ہوتی تھیں، اُن میں رمضان المبارک کے اعمال کے سلسلے میں بیان کیا کرتے تھے کہ:

دیکھو! جیسے آج کل رشتہ داروں یا بہن بھائیوں میں بہت شکوے ہیں، زوجین کے تعلقات خراب ہیں، والدین کی نافرمانی ہے، اوران رشتوں میں خوشگواری نہیں ہے، تو ایسے مستجابُ الدعوات اوقات کی بخشش سے قطع رحمی کرنے والے لوگ بھی محروم ہوں گے، اس لیے جن سے قطع رحمی کررکھی ہے، اُن سے معافی مانگ لو۔

اسی طرح سے اگر اپنے باہمی تعلقات میں کوئی کشیدگی اور ناراضگی ہے، تو اگر ہم پندرہ شعبان کی رات کی مغفرتوں اور برکتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں، محروم نہیں ہونا چاہتے۔

تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے معافی مانگ لیں، اگر بالمشافہ اور براہِ راست بات کرنے سے حجاب آتا ہے تو تحریری طور پر معافی مانگ لی جائے۔

ہمارے معاشرے میں قطع رحمی اور قطع تعلقی کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک صاحب جو شاید فوج میں میجر ہیں کل کی مجلس میں میرے پاس آئے تھے، اورانہوں نے اپنا مکان فروخت کیا تھا جس میں اُن کے بھائی اور بہن اور دوسروں کا بھی حصہ تھا، بھائی کی طرف سے زیادتی ہوئی، اور جو روپیہ اُس کی طرف نکلتا تھا وہ نہیں دیا، یا کچھ کمی کردی۔

تو وہ میرے پاس آئے تھے اور کہنے لگے کہ اتنی رقم بھائی نے نہیں دی ہے اور اتنی باقی رہ گئی ہے، اور اب معاملات میں کشیدگی ہوگئی ہے۔ تو میں نے کہا کہ صاحب آج کی رات معافی کی رات ہے، دل پر جبر کرو، اور بھائی کو معاف کردو، یہ دنیا چندروزہ ہے، ہم بالکل غافل ہیں، تمہارے بھائی کو معاف کردینے سے دونوں کے دِلوں میں کشیدگی ختم ہوگی، آج کی رات دونوں بھائی دل صاف کرلو۔ اورآج کی رات کے لیے ایک دعا کو بطورِ خاص اختیار کرو، وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ. [1]

اس دعا میں پورے کے پورے الفاظ معافی کے ہیں، اور بھی ایسی دعائیں ہیں مثلاً:

اَللّٰھُمَّ عَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا. [2]

---

[1] ترجمہ: اے اللہ! بے شک آپ معاف کرنے والے ہیں، اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں، پس مجھے معاف کردیجیے (ابنِ ماجہ، حدیث نمبر ۳۸۴۰)

[2] ترجمہ: اے اللہ ہمیں عافیت عطا فرما، اور ہمارے سے درگزر فرما (مصنف ابنِ ابی شیبۃ، جزء ۷ صفحہ ۸۱)

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ اس رات سے پہلے بندوں کومخلوق سے بھی معافی مانگ لینی چاہیے، اور پھر اپنے رب سے بھی معافی مانگنی چاہیے۔

ہمارے ایک بزرگ قرآن شریف کی آیت پڑھ کرفرمایا کرتے تھے کہ بھائی کا معاملہ تو ایسا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بھائی بھائی سے بھاگے گا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (سورہ عبس آیت نمبر ۳۴ و ۳۵)

کہ اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے بھاگے گا۔

تو قیامت اور حشر کا معاملہ تو ابھی نہیں آیا، لیکن دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ بھائی بھائی سے جھگڑتے ہیں۔

اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں، زوجین کے معاملے میں لوگ شکوے شکایات لے کر آتے ہیں۔

جاپان سے مجھ سے اصلاحی تعلق رکھنے والے ایک صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے لکھا کہ میں دورے پر گیا تھا، بیوی نے میری غیر موجودگی میں ٹی وی خرید لیا، اور اب میں منع کرتا ہوں تو زبان درازی کرتی ہے۔

اور جھگڑا ہوتا ہے، تو اب کیا کروں؟ اس کا علاج بتائیں؟

اسی طرح ایک دیندار خاتون ہیں، وہ اپنے شوہر کو مکروہات اور منہیات سے منع ہونے کو کہتی ہیں لیکن شوہر صاحب نہیں مانتے ہیں، اس پر جھگڑا ہوتا ہے، کہیں بیوی شوہر کی نہیں مانتی، تو کہیں شوہر بیوی کی نہیں مانتے۔

اسی طرح ایک عورت کا شوہر بے نمازی تھا، اور بیوی بے چاری نماز پڑھتی تھی، اور تنگی اور افلاس کا وقت آ گیا، شوہر کا ذریعۂ معاش ایسا خاص نہیں تھا جس سے آمدنی ہو، اور افلاس اور رزق کی تنگی بڑی پیچیدگی کی چیز ہے۔

اس سے بہت ناچاقیاں ہوتی ہیں، تو جب وہ نماز نہیں پڑھتا تھا تو وہ خاتون اپنے شوہر سے کہتی تھی

کہ تم نماز پڑھو اور اللہ سے مانگو، تم نماز پڑھتے نہیں ہو، تو اسی وجہ سے یہ پریشانیاں آ رہی ہیں۔

اس پر شوہر کہتے تھے کہ تو جو نماز پڑھتی ہے تو تجھے کیا مل جاتا ہے؟

استغفر اللہ، کتنے خطرناک الفاظ ہیں۔

تو یہ اختلافات ہمارے معاشرے میں عام ہیں، باہمی تعلقات میں نفس اور شیطان کو شرارت کرنے اور والدین کے ساتھ، بہن بھائیوں کے ساتھ، زوجین کے ساتھ لڑائیاں کرانے کا بڑا موقع ملتا ہے۔

یہ سارے مسائل معاشرت کے ہیں، جن کی طرف عام طور پر عام مسلمانوں کو توجہ نہیں، معرفت اور نکات کی باتیں اپنی جگہ ہیں، لیکن اس وقت اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ پہلے ہم اپنے گھر کے اور معاشرہ کے حالات کو صحیح کریں، اُس کے لیے ہمارے اکابر نے تدابیر بتلائی ہیں، اور معاشرت کی اصلاح کرنا دین کا بڑا اہم جزو اور حصہ ہے، جس کی طرف عام طور پر توجہ نہیں ہے۔

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب ''آدابِ المعاشرت'' میں تفصیل سے اصلاحِ معاشرت کو تحریر کیا ہے، تو اس پر ہمیں عمل کرنا چاہیے۔

پانچ بڑے گناہ

حضرت شاہ مولانا ابرارُ الحق صاحب دامت برکاتہم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ:

> بھائی یوں تو گناہوں اور معصیتوں کی بہت بڑی فہرست ہے لیکن اگر ہم لوگ ہمت کر کے کم سے کم پانچ گناہوں کو چھوڑ دیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان پانچ بڑے گناہوں کو چھوڑنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ باقی گناہوں سے بھی دل میں نفرت ڈال دیں گے، وہ پانچ گناہ یہ ہیں:
>
> **نمبر ایک** کبر، یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا، اور دوسروں کو ذلیل سمجھنا، **نمبر دو** غیبت، **نمبر تین** نامحرم مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط اور ملنا جلنا، اس مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمت نے ہمارے معاشرے کو تباہ کر دیا ہے، **نمبر چار** غصہ، **نمبر پانچ** حرام غذاء۔

دنیا کی محبت اور دنیا کے کمانے میں ہم اتنے منہمک ہو گئے ہیں کہ اپنے انجام کو بھول گئے ہیں، اور یہ بڑی آفت ہے۔ بقول خواجہ صاحب:

کھا نہ دھوکہ، عیشِ دنیا کچھ نہیں تجھ کو غافل فکرِ عقبیٰ کچھ نہیں
کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں زندگی یہ چند روزہ کچھ نہیں
کر لے جو کرنا ہے آخرت موت ہے

دنیا کی ہوس اور حرص اور لالچ یہ بڑے ہی مہلک مرض ہیں، مہلکات میں سے ہیں، مثلاً جائیداد کا لالچ، بندہ پر جب حرص اور لالچ غالب آ جاتی ہے تو وہ حلال یا حرام کمانے میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔

دنیا کی محبت مذموم ہے

ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص میں بخل کا مادہ تھا، اور بخل کا رذیلہ تھا، زکاۃ اور واجب صدقات بھی نہیں دیتا تھا تو خیرات کیا خاک کرتا، اُس شخص کا جن شیخ سے اصلاح کا تعلق تھا، اور جن کے پاس آنا جانا تھا، اُن سے اس شخص نے اپنے مرض کا ذکر کیا۔

اب سلوک اور تصوف میں یہ مسئلہ ہے کہ شیخ جو حکم دے اُس کو بے چون و چرا مانو اور اُس پر عمل کرو، جب ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے، بیعت ہوئے ہو تو بیعت ہونا ایک معاہدہ ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول، یہ جانبین میں ایک معاہدہ ہے، جس میں مرید حکم کی تابعداری کرے گا اور مرشد اصلاح کرنے کی ذمہ داری میں کوئی کمی نہیں کرے گا، مرشد اور مرید دونوں میں یہ معاہدہ ہے۔

تو بہرحال شیخ نے کہا کہ بھائی تمہارے پاس اس وقت روپے ہیں؟

وہ سمجھا کہ شاید حضرت خود اپنے لیے مانگ رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جی حضرت موجود ہیں۔

شیخ نے کہا کہ کتنے ہیں؟

اُس زمانے میں چاندی کے سکے تھے تو بتایا کہ سو دو سو جتنے بھی تھے۔

شیخ نے کہا کہ ان کو خرچ کر دو، عرض کی کہ بہت اچھا۔

شیخ نے پوچھا کہ کیسے خرچ کرو گے؟

تو کہا کہ غریب غرباء کو دیدوں گا۔

فرمایا کہ نہیں، تو مرید نے پوچھا کہ پھر کیسے خرچ کروں؟

تو شیخ نے فرمایا کہ اس سے تو تمہارے اندر عُجب پیدا ہوگا، کہ میں تو غریبوں پر سخاوت اور اُن کی معاونت کرنے والا ہوں، اس لیے تم یہ رقم جو دریا بہہ رہا ہے اُس دریا میں ڈال دو۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا۔

جب وہ مرید چلنے لگے تو پھر پوچھا کہ کیسے ڈالو گے؟ مرید نے کہا کہ دریا میں ڈالنے میں کیا مشکل ہے؟ ایسے ہی دریا کے کنارے میں چھوڑ دوں گا۔

تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ روز ایک روپیہ ڈالو، اور سو دن تک یہ کام کرو، سو روپے ہیں، ایک ایک کر کے ڈالو، جس سے نفس پر روزانہ آرہ چلے گا۔

اس طرح سے شیخ نے اپنے مرید کے نفس کے اوپر آرا چلایا اور اُس میں جو مال سے محبت تھی، اور بخل کا رذیلہ تھا، اس کو اس کے حالات کے پیشِ نظر مخصوص طریقے سے نکال کر سخاوت کا ملکہ پیدا کرایا، اس طرح سے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ تو مختصر عرض کرتا ہوں کہ یہ اصلاح بغیر صحبت کے اور بغیر کسی شیخ سے تعلق کے نہیں آسکتی، بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کے بیان کرنے کا وقت نہیں ہے۔

کسبِ معاش کو عبادت کا ذریعہ بنانا

بہرحال شریعت حلال کمانے سے منع نہیں کرتی، حلال کمانا عبادت ہے، خواجہ صاحب کا شعر ہے:

کسبِ دنیا تو کر ہوس کم رکھ　　　اس پہ پھر تو دین کو مقدم رکھ

دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ　　　اس کی لَو کو ذرا مدھم رکھ

ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم دنیا کمانے میں اتنا منہمک ہو جاتے ہیں کہ اللہ کو بھول جاتے ہیں، آخرت کی فکر نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ. وَاتَّقُوا اللّٰهَ. اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ حشر آیت نمبر ۱۸)

اے مؤ منو!مؤ منوکوخطاب کررہے ہیں،اللہ تعالیٰ سے ڈرو!حضرت والا کا ان آیات کا الہامی ترجمہ یہ ہے:

اے ایمان والو!اللہ سے ڈرتے رہو،اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اُس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے،اور اللہ سے ڈرتے رہو،بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (بیانُ القرآن)

عجیب بات ہے کہ دنیا میں مسافر اپنا زادِراہ اور سفر کا سامان ساتھ لے کر جاتا ہے،جیسے یہاں سے لاہور یا کسی اور شہر یا ملک جانا ہو،تو اپنا پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات بھی ساتھ ہوں گے اور دوسرا سامان بھی ساتھ ہوگا۔

لیکن آخرت کے سفر کے لیے پہلے سے پہنچانا ہوگا،جو ذخیرہ آخرت میں موجود ملے گا۔قرآن مجید میں ہے:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ (سورہ المزمل آیت نمبر ۲۰)

کہ تم اپنی ذات کے لئے خیر کا کوئی کام آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس پالو گے۔

تو دنیا کمانے سے شریعت نے منع نہیں کیا۔

خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا طویل واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ تجارت کرتے تھے،اور بہت بڑا کاروبار تھا،مگر اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرتے تھے،اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے تھے۔

اسی زمانے میں ایک صاحب پہلی دفعہ حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے بغداد گئے تو جب حضرت کے یہاں پہنچے تو کیا دیکھا کہ حضرت خواجہ کے حجرے میں مجلس ہو رہی تھی،اور باہر اطراف میں بڑی چہل پہل تھی،اور کاروباری ماحول تھا۔

اُنہوں نے دیکھا کہ یہاں تو دنیا ہی دنیا نظر آ رہی ہے،دُور سے یہ کاروبارِ دنیا کا رنگ دیکھ کر کہنے

لگے کہ یہ تو دنیا ہے، یہ کیا بزرگ ہوں گے؟

اور یہ فارسی کا مصرعہ پڑھ کر واپس لوٹ گئے: ع

نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

مرد کا مطلب مردِ حق، یعنی اللہ والا، تو مطلب یہ تھا کہ وہ کیا اللہ والا ہوا جس نے دنیا کو دوست بنا رکھا ہے، اللہ کو دوست نہیں بنایا، وہ کیا اللہ والا ہوا؟

تو انہیں یہ دھوکہ ہوا، اور واپس چلے گئے، اب وہ صاحب رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں؟

کہ میدانِ محشر قائم ہے، یعنی محشر کا میدان ہے، اور ان پر زندگی میں کسی بندے کا کچھ حق رہ گیا تھا، جو وہ ادا نہیں کر سکے تھے، حشر میں تو نفسا نفسی کا عالَم ہوگا، تو یہ اُس بندے کو وہاں نظر آ گئے اور اُس نے پکڑ لیا کہ لاؤ میرا حق!

یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ کا ناحق مال لیا ہے تو اس کے بدلے میں آخرت میں بے شمار نیکیاں کٹیں گی، وہاں بدلہ کرنسی سے نہیں ہوگا، بلکہ نیک اعمال سے ہوگا۔

تو اتنے میں وہ صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب آ رہے ہیں، جن کے ساتھ اُن کے خدام بھی ہیں، اور خواجہ صاحب آ کر جب دیکھتے ہیں کہ ایک بندے نے دوسرے کا گریبان پکڑ رکھا ہے اور اپنا حق مانگ رہا ہے، تو اُنہوں نے اُس شخص سے کہا کہ بھائی اس فقیر کو چھوڑ دے، کیوں پریشان کر رہا ہے، اُس نے کہا کہ جی دنیا میں اس شخص پر میرا اتنا مال اور حق تھا اس نے وہ ادا نہیں کیا تھا۔

اب یہ محشر ہے، یہاں مجھے ضرورت ہے، تو مجھے نیکی چاہیے، اس لیے مجھے وہ حق ادا کرے۔

خواجہ صاحب نے ایک ذخیرہ کی طرف اشارہ کیا کہ جاؤ اس ذخیرہ میں سے جتنا تیرا حق نکلتا ہے، لے لو، اور وہ ذخیرہ اور سرمایہ وہ نیکیاں تھیں جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت میں پہنچا دیا تھا۔ جس کے متعلق پہلے آیت تلاوت کی جا چکی، یعنی:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا (سورہ المزمل ۲۰)

وہ بہت بڑا اجر ہے۔ خیر یہ خواب تو ختم ہوا لیکن صبح کو اُن صاحب کو تنبیہ ہوئی، کہ مجھے غلط فہمی ہوئی۔

اب وہ صاحب حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کی خدمت میں گئے اور وہاں پہنچے تو خواجہ صاحب، صاحبِ کشف وکرامت ہستی کومکشوف ہو چکا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت معاف کیجیے، مجھ سے غلطی ہوگئی، تو کہنے لگے کہ تمہارے سے جو غلطی ہوئی، وہ ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں۔

لیکن تم جب ملاقات کرنے پہلی دفعہ آئے تھے اور تم نے جو وہ مصرعہ پڑھا تھا، تو لطف کے لیے ذرا پھر سُنادو، ہم تمہاری زبان سے سُننا چاہتے ہیں:

انہوں نے سُنایا کہ: نہ مرد آنست کہ دنیا دوست دارد

اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا: کہ اس میں دوسرا مصرعہ بھی لگاؤ:

اگر دارد برائے دوست دارد

مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کو دوست رکھے تو حقیقی دوست یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین.**

اختتامی دعا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ.

اللہ تعالیٰ اس ادارے کو ظاہری اور باطنی ترقی دیجئے، نواز دیجئے، ہم سب اصلاح کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو اصلاح کی توفیق عطا فرما دے، ہمیں ہمارے گھر والوں کو، اہل وعیال کو، خواتین کو، سب سے ضروری چیز تو یہ ہے کہ جو بندوں کے حقوق ہیں یا اللہ اُن کے حقوق کی ادائیگی کرا دیجیے، اور ہمارے حضرت آئے ہوئے ہیں، اتنا سفر کیا ہے، تھکان میں، یہ وہ حضرات ہیں جن کی زیارت بھی بخشش کا باعث ہے، یہ میں نے اپنے بڑوں سے سُنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے، عافیت عطا فرمائے، تندرستی عطا فرمائے، اور جو سالکین، ذاکرین ہیں، ہم سب کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرمائے، اپنی محبت اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت اور محبت اور سنت کی اتباع عطا فرمائے، **وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ.**

(۴)

رمضانُ المبارک کا مقصد اور اس کی رحمتوں سے محروم لوگ

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۲۰/ شعبان ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۷/ اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز اتوار کو ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ''، راولپنڈی کی جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۹، ۱۰ اور ۱۱ میں ۳ قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ.
اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ.
يٰٓاَ يُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (سورة البقرہ آیت نمبر ۱۸۳) [۱]

رمضانُ المبارک کے لیے تیاری کی ضرورت

الحمد للہ اب رمضان المبارک کا مہینہ آ رہا ہے، اس لیے ہمیں رمضان المبارک کا استقبال کرنا چاہئے، اور رمضان المبارک کا استقبال اس طرح سے ہونا چاہئے کہ ہمارے ذمے جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ہم اُن فرائض کو ادا کریں۔

دیکھو! جب کوئی ہمارے گھر میں معزز مہمان آتا ہے تو اس کیلئے ہم گھر کی ہر طرح سے صفائی اور پاکیزگی کا بڑا انتظام اور اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح ہمیں اپنے معاملات اور دل کو بھی گناہوں سے پاک کر لینا چاہیے، اور اپنے دل و دماغ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے یکسو اور خالی کر لینا چاہیے۔

بقول خواجہ صاحب:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

---

[۱] اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ (ترجمہ بیان القرآن)

Idara Ghufran

اس مبارک مہینے کا ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

''رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے دوسرا مغفرت کا ہے اور تیسرا جہنم سے نجات کا ہے'' [۱]

گویا یہ پورا مہینہ ہی رحمت اور مغفرت اور اللہ تعالیٰ سے اپنی بخشش کرانے کا ہے، لہٰذا اس ماہ کی دل وجان سے قدر کرنی چاہیے، اور ایسے کاموں سے بچنا چاہیے جن کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی رحمت سے محرومی ہوتی ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل میرے سامنے آئے تھے (جب میں نے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین، جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔ [۲]

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات میں یہ بات لکھی ہے کہ جس شخص کو

---

[۱] وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ (الترغیب والترھیب جلد ۲ صفحہ ۵۸، بحوالہ ابنِ خزیمۃ، بیھقی و ابنِ حبان)

[۲] رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب والترھیب ج ۲ ص ۵۶ و کنز العمال۔

نبی علیہ السلام کی بددعا لگ گئی، تو اس کی ہلاکت میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے؟

والدین کی خدمت کا بہت بڑا ثواب ہے اور خدمت نہ کرنے کا بہت بڑا وبال ہے۔

اس لیے ایک تو یہ کام کرنا ہے کہ اگر آپ کے والدین حیات ہیں، اور بوڑھے ہوگئے ہیں تو اگر وہ خفا ہوگئے ہیں تو ان کو راضی اور خوش کرلو۔

والدین اور بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں تو بہت اجر وثواب ہے۔

بابرکت زمانے اور بابرکت مقام میں گناہوں سے بچنا اہم ہے

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

ویسے تو ہر دم، ہر مہینے، ہر موقع پر اور ساری زندگی ہی گناہوں کو ترک کرنا اور چھوڑنا ہے، لیکن جیسے بابرکت زمانے اور بابرکت مقام میں عبادات کا ثواب بڑھ جاتا ہے، ایسے ہی اس زمانے اور مقام میں گناہ کرنے کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص نعوذ باللہ چوری کرتا ہے، شراب پیتا ہے، بدنظری کرتا ہے، بدکاری کرتا ہے، غیبت کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، چغلی کرتا ہے، بہتان لگاتا ہے۔

تو اگر وہ یہ گناہ کے کام رات کے آخری حصے میں کرتا ہے جس وقت کہ اللہ تعالیٰ کا سماءِ دنیا پر نزول ہوتا ہے۔ [۱]

تو اس وقت ان گناہوں کو کرنے کا وبال زیادہ ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص بازار، مارکیٹ وغیرہ میں شراب پیتا ہے تو گناہ ہے لیکن نعوذ باللہ تعالیٰ مسجد میں پیتا ہے تو اور بھی گناہ ہے۔

اسی طرح رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی گناہ کرنے کا وبال ہوتا ہے۔

لیکن رمضان کے مہینے میں اگر گناہ کیا جائے تو اُس کا وبال زیادہ ہے۔

---

[۱] عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال ينزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل ليلة إلی السماء الدنيا حين يبقی ثلث الليل الآخر فيقول من يدعونی فأستجيب له من يسألنی فأعطيه من يستغفرنی فأغفر له (مؤطامالک، حديث نمبر ۴۴۷)

اس لیے کم از کم بابرکت زمانوں اور بابرکت مقامات میں گناہوں سے بچنے کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختصر تصنیف جس کا نام ''جزاء الاعمال'' ہے، اس میں فرمایا ہے کہ:

یہ نہ سمجھو کہ نیک اعمال کی جزا اور بُرے اعمال کی سزا صرف قیامت کے دن ملے گی، بلکہ دنیا میں بھی نیک اعمال کی جزا اور بُرے اعمال کی سزا ملتی ہے، چنانچہ بُرے اعمال اور گناہوں کی ایک سزا یہ ہے کہ رزق اور علم سے محرومی ہو جاتی ہے۔

اور ایک سزا یہ ہے کہ گناہوں کے کرنے سے دنیا کے اندر طبیعت میں وحشت پیدا ہو جاتی ہے، سکون ختم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدن میں ضعف ہو رہا ہے، کمزوری ہے تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ گناہوں میں منہمک ہیں اور گناہوں کو چھوڑ نہیں رہے ہیں۔

رمضان نفس کی اصلاح کا مخصوص زمانہ

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

بھائی رمضان المبارک کا مہینہ ہمارا مصلح (یعنی اصلاح کا ذریعہ) بن کر آیا ہے، کیونکہ اس میں نفس کی اصلاح کا بڑا اچھا موقع ملتا ہے، چنانچہ مشائخ نے نفس کی اصلاح کے جو طریقے اور اس کے لیے جو چار مجاہدے بیان کیے ہیں کہ قلتِ نوم، قلتِ کلام، قلتِ طعام اور قلتِ اختلاط مع الانام (یعنی کم سونا، کم بولنا، کم کھانا اور لوگوں سے کم ملنا جُلنا) یہ چاروں مجاہدے رمضانُ المبارک میں حاصل ہو جاتے ہیں۔

اب اگر آپ رمضان کے زمانے پر نظر ڈالیں تو صبح سحری کے وقت سے ان مجاہدوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور چوبیس گھنٹے روزے دار کی کسی نہ کسی حیثیت سے عبادت میں مشغولی رہتی ہے، اور روزے میں روزے دار کو چاروں مجاہدوں سے واسطہ پڑتا ہے اور اس طرح رمضان کے مہینے میں

نفس کی اصلاح بہت آسان ہوجاتی ہے۔

اور حضرت والا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

رمضانُ المبارک میں اگر نیک اعمال کیے جائیں، تو اس ایک مہینے میں کیے جانے والے نیک اعمال کا اثر گیارہ مہینے تک رہتا ہے۔

لیکن حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ:

رمضان میں نفس کی اصلاح کے ہوجانے کے لیے شرط یہ ہے کہ نفس کی اصلاح کرنے کی طلب ہو، اور پھر بندہ ہمت سے کام لے۔

قرآن پاک میں ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورة البقره آیت نمبر ۱۸۳) [۱]

تقویٰ نام اس کا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنے نفس کو گناہوں سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچا لیں، اور گناہ چھوڑ دیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى

(سوره النازعات، آیات نمبر ۴۰، ۴۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفس کی بُری خواہشات پوری نہ کرنے کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا جواب دینے کا خوف پیدا کرلے، یہ جواب دہی کا خوف اور ڈر بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے گا، اور پھر ایسے بندوں کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے جنت بتلایا ہے۔

گناہوں سے بچنا نفلی اعمال میں مشغولی سے مقدم ہے

حضرت والا حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ فرائض وواجبات اور سننِ مؤکدہ کو چھوڑ کر جو معمولاتِ نافلہ اور بعض نفلی عبادات ہیں، ان میں اگر کمی اور کوتاہی ہوجائے تو اس کا اتنا نقصان

---

[۱] اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ (ترجمہ بیان القرآن)

نہیں ہے اور کوئی ایسی حرج کی بات نہیں ہے، جتنا کہ منکرات کے ترک نہ کرنے یعنی گناہوں کے نہ چھوڑنے کا نقصان ہے۔

اس لیے معصیت اور نافرمانی نہیں ہونی چاہیے۔

اور یہ بھی یاد رکھیے کہ بعض اوقات نفس وشیطان عبادت کے رنگ میں بھی گناہ کرا دیتا ہے۔

مثلاً بندہ نیکی میں لگا ہوتا ہے تو بندہ نیکی میں مشغول ہوکر خوش ہوتا ہے، جبکہ نفس وشیطان نے بندے کی اس عبادت میں اپنا حصہ رکھا ہوتا ہے، اور وہ اس طرح کہ بندے میں اختیاری درجہ کا یہ خواہش اور تقاضا ہوتا ہے کہ لوگ مجھے بزرگ سمجھیں گے، کہ بیٹھا ہوا عبادت کر رہا ہے، تو اس طرح نفس وشیطان بندے کی عبادت میں اپنا حصہ رکھ لیتے ہیں۔

اسی وجہ سے بزرگوں نے حظِّ نفس (یعنی نفس کے لذت حاصل کرنے) سے بھی پناہ مانگی ہے۔

اس کے برخلاف بندے کو گناہ چھوڑنے میں بڑا تعب اور بڑی مشکل ہوتی ہے، اور گناہ کا چھوڑنا نفس وشیطان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔

اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ زیادہ ضروری ترکِ معصیت یعنی گناہوں کا چھوڑنا ہے، لہٰذا تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

چھ بڑے گناہ

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

> کم سے کم چھ کبیرہ گناہ ایسے ہیں کہ اگر اُن کو ہم ترک کر دیں (یعنی چھوڑ دیں) تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے باقی معصیتیں بھی ترک ہو جائیں گی۔
>
> **نمبر ایک** غیبت، یعنی دوسروں کا بُرائی سے ذکر کرنا، اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر سخت ضرورت کے نہ کسی کا تذکرہ کرے، نہ سُنے، نہ اچھا نہ بُرا، اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے، ذکر کرے تو اپنا ہی کرے، اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اس کو دوسروں کے ذکر کرنے کی فرصت ملتی ہے؟

اور حضرت والا رحمۃ اللہ نے آفاتِ لسان بیس شمار کرائی ہیں، جن میں ایک غیبت بھی ہے۔
اسی طرح جھوٹ، چغل خوری، بہتان اور بہت سے دوسرے گناہ ہیں۔
لیکن حضرت والا نے زبان کے گناہوں میں غیبت سب سے زیادہ عام قرار دی ہے۔

نمبر دو ظلم، خواہ مالی ہو یا جانی، یا زبانی، مثلاً کسی کا تھوڑا ہو یا زیادہ حق مار لیا، یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی، یا کسی کی بے آبروئی کی۔

نمبر تین کبر، یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا، اور دوسروں کو ذلیل سمجھنا۔

حضرت والا نے فرمایا ہے کہ:

ظلم، غصہ، کینہ، حسد اور غیبت وغیرہ جیسے کئی گناہ اسی کبر کے مرض سے پیدا ہوتے ہیں، اور یہ سب گناہ تب ہی ہوتے ہیں جب انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔

اور تکبر کفر کا سبب بھی ہے، چنانچہ ابلیس کے ملعون و مردود ہونے کا ایک قریبی سبب کفر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ (سورہ ص، آیت نمبر ۷۴)
ابلیس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

فَلَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ (سورہ نحل آیت نمبر ۲۹)
پس تکبر کرنے والوں کیلئے دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

تو بہرحال تکبر کرنے سے اس کا نتیجہ کفر بھی نکلتا ہے۔

نمبر چار غصہ، اور کبھی یاد نہیں ہے کہ غصہ کر کے پچھتایا نہ ہو۔

نمبر پانچ نامحرم مرد یا عورت سے کسی قسم کا تعلق رکھنا، خواہ اُس کو دیکھنا، اُس سے دل خوش کرنے کے لیے ہم کلام ہونا یا تنہائی میں اُس کے پاس بیٹھنا، یا اس کی پسند کے مطابق اُس کو خوش کرنے کے لیے اپنی وضع قطع بنانا، سنوارنا یا کلام کو آہستہ و نرم کرنا۔

حضرت نے فرمایا کہ:

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ نامحرم کے ساتھ تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو

مصائب پیش آتے ہیں، احاطۂ تحریر سے خارج ہیں۔

اور مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمت نے تو ہمارے معاشرے کو تباہ کر دیا ہے۔

نمبر چھ حرام یا مشتبہ غذاء کھانا، اسی سے نفس کے اندر ساری ظلمات پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ غذا سارے اعضاء میں پھیلتی ہے، اس لیے جیسی غذا ہوگی ویسا ہی اثر تمام اعضاء میں پھیلے گا اور اعمال بھی اسی طرح کے ظاہر ہوں گے (جزاءُ الاعمال، خاتمہ، دوسری فصل)

تو اگر ہم مذکورہ گناہ چھوڑ دیں تو ان شاءاللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بچنا بھی آسان ہو جائے گا۔

ٹی وی کئی گناہوں کا مجموعہ

آج ہمارے مسلمانوں کے معاشرے میں جو گناہ عام ہیں، اُن میں ایک گناہ ٹی وی دیکھنے کا بھی ہے، اور ٹی وی کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، ٹی وی چل رہا ہے تو اس میں گانا بجانا بھی ہو رہا ہے، اور نامحرم مردوں عورتوں کی تصویریں بھی دیکھی جا رہی ہیں۔

بقول حضرت شاہ ابرارُ الحق صاحب ہردوئی، ٹی وی تو پٹارا ہے، شکل بھی اس کی ایسی ہی ہے، کس چیز کا پٹارا ہے؟

سانپ بچھوؤں کا۔

اور ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ کراچی میں رمضان المبارک میں روزے کے وقت میں ایک گھر کے اوپر کے کمرے میں ایک لڑکی ٹی وی پر ڈراما دیکھ رہی تھی تو ٹی وی کے پٹارے نے پکڑ لیا۔

ماں باپ نے کہا کہ ارے صاحب روزے میں وقت کم رہ گیا ہے، اُس کو بلاؤ، تو وہ بیٹی یہ کہہ کر اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی کہ امی! ٹی وی پر ڈراما چل رہا ہے، میں وہ دیکھ کر ابھی آتی ہوں۔

جوان بیٹی پر شعاعوں نے ایسا پھندا ڈالا کہ جان نکل گئی۔

اور اس لڑکی کا وجود اور بدن ٹی وی کی شعاعوں سے ایسا منسلک ہو گیا کہ اب اگر اُس لڑکی کو اُٹھاتے ہیں تو اُٹھتی نہیں۔

ٹی وی کی شعاعوں نے اس لڑکی کو کیا سے کیا بنا دیا۔

آخر میں یہ طے ہوا کہ ٹی وی کو بھی اس لڑکی کے ساتھ میں دفن کرو، جب قبرستان لیکر گئے تو ٹی وی بھی ساتھ تھا، قبر کھودی گئی تو کیونکہ ٹی وی کے بغیر میت منتقل نہیں ہو رہی تھی۔

اس لئے ٹی وی کو میت کے ساتھ دفن کیا گیا؛ ٹی وی کی لعنت میں مبتلا ہونے کے بہت واقعات ہوئے ہیں۔

اسی طرح گھروں اور کمروں میں تصویریں ٹانگی ہوئی ہیں، حالانکہ تصویروں والی جگہ میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

ایسی احادیث ہیں کہ کتا اور تصویریں، دونوں کے بارے میں یہ ذکر آیا ہے۔

تو روزوں کے زمانے میں ٹی وی وغیرہ اور دوسری سب خرافات نکال دو، ورنہ بجائے رحمتوں کے قہر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں، بہت معاف کر دیتے ہیں، اس لیے فوراً توبہ کرو۔

ہمارے اوپر جو مصیبتیں آ رہی ہیں وہ ہماری بداعمالیوں کی اور شامتِ اعمال کی وجہ سے ہیں۔

خدارا! رمضان کے مہینے میں خاص طور پر ان گناہوں سے بچو! کیا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہم پر اس حال میں نازل ہوں گی کہ ہم خرافات کر رہے ہوں؟

حقوق کی ادائیگی اور معافی مانگنے کا اہتمام کرو!

آجکل ہمارے گھروں میں، معاشرے میں، معاملات میں افراد میں بہت زیادتیاں ہیں۔

اور بھائی کہنے کی تو بہت سی باتیں ہیں، اصلی چیز وہ ہے جو میں نے شروع میں عرض کی کہ معافی مانگ لیں، جس وقت جو تکلیف پہنچی ہے اسی وقت معافی مانگ لیں۔

نہ کرو بھول کر بھی کسی سے سلوک ایسا
کرے تم سے کوئی ویسا تو تمہیں ناگوار ہو

تو معافی مانگنی چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی ترغیب دی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دریافت کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ابنِ ماجه، حديث نمبر ۳۸۴۰)

یا اللہ تو معاف کرتا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔

اور بندوں سے معافی مانگنے میں بھی کوئی عار نہیں ہونی چاہئے، اور یہ عار ہی انسان کو تکبر تک لے جاتی ہے کہ صاحب ہم اپنے سے چھوٹے شخص سے معافی کیوں مانگیں؟

تو یہاں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں ہے، بس معافی مانگ لی جائے۔

خاص طور پر رمضان المبارک کا مہینہ تو آپس کی غم خواری کا مہینہ بھی ہے۔

زوجین میں اگر آپس میں اختلاف ہے، والدین اولاد میں رنجش ہے، عزیز واقارب کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، جس جس کے ساتھ جھگڑا ہے تو اُن سے معافی مانگ لی جائے۔

معافی مانگ لینے سے آپ کا کام ختم ہو جائے گا، اگر آپ نے اپنی طرف سے سچے دل سے معافی مانگ لی اور جھجک اور عار معافی مانگنے میں رُکاوٹ نہیں بنی تو دوسرا چاہے معاف نہ کرے، روزِ محشر پھر معافی مانگنے والے سے سوال نہیں ہوگا۔

بہرحال مقصود یہ ہے کہ اللہ سے تعلق جڑ جائے۔

خصوصاً رمضان کے مبارک مہینے کی مبارک ساعتوں میں صرف اللہ سے تعلق ہو جائے، اسی مقصد کے لیے رمضان المبارک میں اعتکاف مقرر کیا گیا ہے، اعتکاف ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے در پر جا کر پڑ گئے ہوں، اعتکاف میں دن رات اللہ کی عبادت ہے۔

بقول شاعر:

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

بس یہی چند باتیں عرض کرنی تھیں۔ ان باتوں کا علم ہو جائے اور پھر عمل کیا جائے، جو بات معلوم نہ ہو وہ علماء سے پوچھتے رہیں۔

اختتامی دعا

اب دعا کرلیں!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

یا اللہ! ہم شکر کرتے ہیں۔ ہم ایمانِ حاصل پر شکرادا کرتے ہیں۔

یا اللہ رمضان المبارک میں جیسا کہ حق ہے عبادت کرنے کا یا اللہ اس کی توفیق عطا فرمادیں۔

یا اللہ یہ سب حاضرین اور حاضرات اور ہمارے گھر والے، اہل وعیال، ہماری اولاد، ہمارے جملہ متعلقین اعزہ واقرباء، دوست احباب، رشتہ دار، یا اللہ سب کو یہ نعمتیں اور برکتیں، رحمتیں عطا فرمایئے۔

یا اللہ جو بیمار ہیں ان کو شفاء عطا فرمادیجئے، صحت عطا فرمادیجئے۔

یا الٰہ العالمین یارب العٰلمین! ہم سب کو ایمانِ کامل عطا فرمایئے۔

ایمانِ کامل پر حسنِ خاتمہ عطا فرمایئے یا اللہ ادارہ غفران کو بھرپور ترقی عطا فرمایئے، برکتیں اور رحمتیں نازل فرمایئے۔

ہمارے بھائی سید صاحب ہمارے بڑے بزرگ انتقال کرگئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو درجاتِ رافعہ عطا فرمائے۔

یا اللہ! سید عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر خاص فضل عطا فرمایئے، درجاتِ رافعہ عطا فرمایئے۔

مدرسہ حقانیہ کو یا اللہ بھرپور ترقی عطا فرمایئے، وسائل عطا فرمادیجیے، تیرے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے مولیٰ، ایمان بھی عطا فرمادیجیے، اور اعمالِ صالحہ بھی عطا فرمادیجیے، یا اللہ جن کے رزق میں کمی ہے، اُن کے رزق میں خوب اپنی شان کے مطابق رزقِ حلال عطا فرمایئے۔

یا الٰہ العالمین یا رب العالمین ہم خطاوار ہیں بے شک، مگر ہیں تو آپ کے بندے۔

گرچہ ہم سَراپا ہیں بَد ہیں تو لیکن اے خدا! بندے تیرے

تیرا در چھوڑ کر جائیں کہاں؟

رمضان المبارک کی ساری برکتوں سے رحمتوں سے یا اللہ نوازیے، محروم نہ کیجیے، امتِ مسلمہ پر اس وقت جو مصائب ہیں، یہود اور ہنود اور نصاریٰ اور عیسائی اور امریکہ، برطانیہ، یہ جتنے بھی کفار و مشرکین ہیں، یا اللہ ان کو مغلوب کر دیجیے، اور مسلمانوں کا اور اسلام کا بول بالا کر دیجیے، غلبہ عطا فرما دیجیے، مجاہدین کی مدد فرمایئے، افغانستان میں، چیچنیا میں، کشمیر میں، جہاں جہاں مسلمان اس وقت کفار سے نبرد آزما ہو رہے ہیں، یا اللہ ان کی مدد فرمایئے، کامیابی، فتح اور نصرت عطا فرمایئے۔

اَللّٰهُمَّ عَذِّبِ الْكَفَرَةَ وَالْمُشْرِكِيْنَ، وَاَنْزِلْ عَلَيْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ. رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارْ، يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ.

یا ارحم الراحمین! جو جو ہمارے دِلوں میں یا اللہ مرادیں ہیں، تمنائیں ہیں، حاجتیں ہیں، یا اللہ سب پوری فرما دیجیے۔

يَا سُبُّوْحُ يَا قُدُّوْسُ يَا غَفُوْرُ يَا وَدُوْدُ؛ يَا صَمَدُ يَا عَزِيْزُ يَا مُغْنِيُ يَا نَاصِرُ؛ يَا اَللّٰهُ يَارَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ.

تیرے ناموں کی برکت سے وسیلہ بنا رہے ہیں، ہماری مدد فرما دیجیے۔

یا اللہ دین و دنیا اور آخرت کی اصلاح فرما دیجیے۔

یا اللہ مفتی رضوان صاحب کی حفاظت فرما دیجیے، یا اللہ مریضوں کو شفاء دید یجیے، ابھی ابھی شفاء دید دیجیے، کیا دیر لگتی ہے؟

کُن فیکون کا معاملہ ہے، ہر شخص کی مرادیں پوری کر دیجیے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

Idara Ghufran

(۵)

حکیمُ الامت کی حکیمانہ باتیں

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۲۸/ ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ بمطابق 27 /مئی 2006ء بروز ہفتہ صبح کے وقت دارالافتاء، دیگر کارکنان اور بعض احبابِ ادارہ کے لیے منعقد ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماہنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں ۲ قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت والا نواب صاحب دامت برکاتہم عام طور پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات کو دیکھ کر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں اُن کی تشریحات و ہدایات بیان فرماتے ہیں، اسی غرض سے حضرت نے مجلس شروع فرمانے سے پہلے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کی کوئی کتاب طلب فرمائی۔

جس پر حضرت نواب صاحب کی خدمت میں تھانہ بھون کے مطبوعہ پُرانے ملفوظات کی کتاب پیش کی گئی۔

حضرت نے پُرانے مطبوعہ ملفوظات دیکھ کر مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس پر مجلس میں موجود ایک صاحبِ علم نے حضرت نواب صاحب سے عرض کیا کہ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات جو آج کل فلاں مقام سے شائع کیے جارہے ہیں، ان میں کتابت کی اغلاط بہت ہیں، ہر صفحے پر تقریباً غلطیاں ہیں، بعض مقامات پر پوری پوری سطریں غائب ہیں، اس لیے پرانے خطبات اور ملفوظات سے تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

پھر جو لوگ حضرت کے ان نئے طبع شدہ مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ اشکالات اور سوالات کرتے ہیں؛ پھر جب اصل میں مراجعت کی جاتی ہے تو سطریں وغیرہ غائب ملتی ہیں، جس

کی وجہ سے مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔

اور بعض جگہ حضرت کی کتابوں کے الفاظ قصداً عمداً سہل کرنے کے لیے تبدیل کیے جا رہے ہیں، اور حضرت کے تسلسل اور اندازِ بیان میں بھی کچھ الفاظ مقدم ومؤخر کیے جا رہے ہیں، الفاظ ہٹا کر اور بدل کر تسہیل بھی ہو رہی ہے اور الفاظ نکال کر تلخیص بھی۔

کیا یہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ذوق اور مزاج کے خلاف نہیں ہے؟

کیونکہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تصحیح کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت کے مضامین کے الفاظ وانداز کو نہ بدلا جائے

حضرت والا نواب صاحب دامت برکاتہم نے اس پر فرمایا:

میرے نزدیک یہ حضرت کے ذوق کے خلاف ہے۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں جو ملفوظات اور مواعظ وغیرہ چھپے ہیں، اُن کو اُسی ترتیب سے رکھا جائے اور کوئی رَدّ و بدل نہ کی جائے۔

اور غالبًا الافاضاتُ الیومیہ کی پہلی یا دوسری جلد پر مولوی شبیر علی صاحب کا مقدمہ اور ایک پیش لفظ ہے، اُس میں خاص طور پر وہ لفظ لکھا ہوا ہے اور میرے پاس ابھی بھی وہ کراچی میں ثبوت کے طور پر ہے۔

اس میں حضرت والا نے حضرت مولوی شبیر علی صاحب کو مخاطب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

’’مولوی شبیر علی! میں نے سُنا ہے کہ کچھ لوگ میرے الفاظ بدلنا چاہتے ہیں، سب سے کہنے کی بات تو نہیں ہے، میں تم سے کہتا ہوں، کہ میرے الفاظ مِن جانب اللہ القاء ہوتے ہیں‘‘

مگر اب اس کے خلاف ہو رہا ہے۔

واللہ اعلم یہ روایت شنیدہ ہے یا کہیں پڑھی ہوئی ہے کہ متقدمین اور اسلاف میں ایک بزرگ گزرے ہیں، اُن کے حلقے میں ایک صاحب اُن کے مواعظ میں کتر بونت کرتے تھے، تو اُن بزرگ کی زبان سے نکلا تھا کہ اس نے تو میرے مضامین کاٹ دیے، اللہ تعالیٰ تجھے بھی کاٹ دے۔

یا اسی قسم کا جملہ تھا، اس کا نتیجہ نکلا کہ مضامین میں کانٹ چھانٹ کرنے والے وہ صاحب قتل ہوگئے۔
مولوی شبیر علی صاحب نے حوالہ دیا ہے کہ حضرت والا خود منع فرما گئے کہ:

''میرے الفاظ کو کاٹیں نہیں''

اور حضرت کی عجیب کرامت ہے اور میرا خود تجربہ ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ حضرت کی بوادرُ النوادر جیسی کتاب کہ جس میں بڑے مشکل سوالات اور اُن کی تنقیح اور تشریح ہے۔
حضرت کی کتب پڑھ پڑھ کران باریک اور دقیق مضامین کو بھی سمجھنے لگ گئے۔
یہ حضرت کی کتب اور مضامین کی کرامت ہے۔
اور مولانا فقیر محمد صاحب منع کرتے تھے، کہ بھائی تم جو یہ چھاپ رہے ہو تو اس میں اپنی طرف سے کوئی چیز قائم نہ کرو، جیسا نسخہ ہندوستان سے اور ہندوستان کے بعد کراچی سے چھپا ہے وہ ہی یہاں جاری رکھو؛ سمجھے آپ!
دار العلوم میں جو کتب خانہ تھا، جتنا بھی میسر ہوسکا حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کے پاس میں نے خود دیکھا کہ جو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے پرانے مسوّدے ہیں، اُن پر حضرت نے اپنے ہاتھ سے لکھدیا ہے:

کتبہٗ اشرف علی۔

حضرت کے یہاں ہر کام ایک ترتیب سے ہوتا تھا، گڈ مڈ نہیں ہوتا تھا، جیسا آج کل ہو رہا ہے، اور حضرت کام کے تام ہونے کو اس کے عام ہونے پر ترجیح دیا کرتے تھے۔
آج بہت سے ہمارے بڑوں کے طریق سے ہٹتے جارہے ہیں۔
مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں یہ ضرور کہتے تھے، کہ یا اللہ مجھے اپنے شیخ کے طریق کا بدنام کنندہ نہ بنائیو۔
حضرت مولانا شاہ ابرارُ الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ جب بھی پاکستان تشریف لاتے تھے۔
ماشاءاللہ جب صحت اچھی تھی تو کراچی کے علاوہ لاہور، اور پشاور بھی جاتے تھے، لاہور میں فلاں مدرسے میں بھی جاتے تھے، میں بھی ساتھ ہوتا تھا۔

حضرت شاہ صاحب بڑے منتظم تھے، دو تین دفعہ میں نے دیکھا کہ جب لاہور کے فلاں مدرسے میں جاتے تھے تو وہ سامنے رجسٹر رکھ دیتے تھے، کہ معائنہ ہوا ہے، لیکن حضرت نے کبھی دستخط نہیں کیے، رجسٹر کو اُلٹا پلٹا اور پھر واپس کر دیا اور اُس رجسٹر پر اور لوگوں کے بھی معائنے لکھے ہوتے تھے۔

لیکن حضرت شاہ صاحب نے کبھی لکھ کر نہیں دیا، اُن کے معیار پر نہیں تھا، یہ میں نے خود دیکھا، حضرت شاہ صاحب کا بڑا اونچا معیار تھا۔

پشاور میں حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قائم کردہ مدرسہ ہے، وہاں بھی حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ گئے۔

ایک دفعہ فلاں ...... مدرسہ میں گئے، حضرت شاہ صاحب سے کچھ لکھنے کو کہا گیا تو کہنے لگے کہ یہ مطبخ کی روٹیاں سوکھی ڈسٹ بن (کوڑے دان) میں پڑی ہیں، میں کیا لکھ کر دوں؟

یہ سب حضرت حکیم الامت کی تعلیمات کا اَثر تھا۔

آہ! آج اکابر کے طریقے سے بہت ہٹ گئے۔

حضرت حکیم الامت کا استغناء اور توکل

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ چندہ کے معاملہ میں بھی بہت صاف گو اور مضبوط تھے۔

مال دیکھ کر آج کل تو اچھوں اچھوں کی زبان میں پانی آجاتا ہے، اور دین کے کام بھی چندے ہی کی غرض سے ہونے لگتے ہیں، دل کے اندر دنیا اور مال کی طمع اور حرص ہوتی ہے۔

جو رسالے حضرت کے تھانہ بھون سے شائع ہوتے تھے، اُن میں چندہ کی اپیل شائع نہیں ہوتی تھی، کبھی نہیں، کبھی نہیں شائع ہوئی۔

حضرت وعظ میں صاف کہہ دیتے تھے کہ وعظ ہم چندہ کے لیے نہیں کر رہے ہیں۔

اور مواعظِ ثلاثہ کے آخری وعظ میں چھپا ہے کہ علماء کو استغناء ہی رکھنا چاہیے اور استغناء سے کام لینا چاہیے؛ یہ توکل کہلاتا ہے؛ اور پھر ہی اللہ کی مدد آتی ہے، مگر آج کل توکل کے خلاف چل رہے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے دونوں چیزوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔

دین کے راستے میں جو خرچ کرنے کے فضائل ہیں اُصولی درجے میں وہ الگ بیان فرمائے۔

اور جو چندے کے مروجہ طریقے ہیں، اور ان میں بعض مفاسد پائے جاتے ہیں، اُن پر نکیرا لگ بیان فرمائی۔

لیکن اب یہ ہو رہا ہے کہ جو اُصولی درجے میں فضائل ہیں اُن کو مروجہ طریقے کے جواز میں پیش کیا جا رہا ہے، حالانکہ دونوں کو الگ الگ رکھنا چاہیے؛ بے شک حضرت نے صحیح بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جب کام کیا جائے تو اس کے تھوڑے یا زیادہ ہونے کی طرف توجہ نہیں ہوتی، نظر تو بس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر ہوتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہر چیز کے اُصول مرتب کر گئے۔

ہندوستان کے صوبہ یوپی جہاں تھانہ بھون واقع ہے، اس کے ڈاکخانوں کے اعداد و شمار جمع کیے گئے۔

ایک صاحب نے بتایا جو ڈاکخانے کے بڑے افسر تھے، انگریزی حکومت تھی، ابھی تک پاکستان نہیں بنا تھا، حضرت کے انتقال کے بعد پاکستان بنا ہے، تو ان سے جب پوچھا جاتا تھا کہ وہ کون سا ڈاکخانہ ہے کہ جہاں سب سے زیادہ منی آرڈر بھیجے گئے اور واپس آئے تو تھانہ بھون کا ڈاکخانہ سرِ فہرست تھا، یہ انہوں نے خود بتایا۔

اور وہ بہت بڑے افسر تھے، اُن سے جب کہا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟

تو انہوں نے کہا کہ ایسا یوں ہے کہ جو وہاں کے بزرگ ہیں اُن کے اُصول مرتب ہیں؛ ان اُصولوں کے خلاف منی آرڈر واپس کر دیئے جاتے ہیں۔

نواب جمشید صاحب باغپت کا واقعہ ہے کہ اُنہوں نے تین سو روپے کا منی آرڈر بھیجا اور اپنے گھر آنے کی دعوت دیدی کہ:

ملاقات کا اشتیاق ہے تشریف لائیں۔

تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے وہ رقم واپس کر دی؛ اور تحریر فرمایا کہ:

آپ نے جو یہ دوسرا جملہ کوپن میں لکھ دیا؛ یہ نامناسب ہے، اس سے دوسرے پر اثر پڑتا ہے اوراس کی آزادی میں خلل آتا ہے۔

پھر نواب صاحب نے معافی کا خط بھیجا جس پر حضرت خوش ہوئے اور حضرت کے خاص الفاظ ہیں کہ:

یہ نواب صاحب کی شرافت ہے۔

اور پھر یہ لکھا کہ:

پہلے تو آپ مجھ سے ملنے کے مشتاق تھے، اوراب میں آپ سے ملنے کا مشتاق ہوں۔

اور حضرت وہاں گئے اور وہاں تین وعظ کہے، جلاءُ القلوب، دواءُ العیوب نام کے دو وعظ تو وہیں کیے اور تیسرا میرٹھ میں کیا۔

حضرت کا مشہور فقرہ ہے کہ وہ تو جمشید ہیں اور جامِ جمشید میرے پاس ہے، جس میں سارے حالات معلوم ہوجاتے ہیں۔

علماء کے لئے ایک نصیحت

حضرت والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ عوام ہی کیا علماء کے لیے بھی اُصول مرتب فرما گئے ہیں، علماء کے لیے بھی زیادہ غامض اور بڑی تدقیقات اور تحقیقات میں خصوصاً جبکہ ضرورت کی بھی نہ ہوں، پڑنا پسند نہیں فرمایا، اور غلو سے حضرت نے منع فرمایا، غلو ہر چیز میں مضر ہے، علم میں بھی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے حجاب بن جاتا ہے۔

حضرت کا مشہور ملفوظ ہے کہ ایک عالم صاحب قضاء وقدر کی تحقیق کررہے تھے، انہوں نے اپنا ایک اشکال رفع کرنے کے لیے حضرت کی ایک مجلس میں اپنا اشکال پیش کرنے کی اجازت چاہی، تو جواب تو حضرت نے اُن کے اشکال کا دیدیا اور پھر وہ مشہور فقرہ بھی ہے، کہ:

مُسکِت تو ہے یہ جواب، مُسقِط نہیں

اور پھر فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ حضرت کا خاص انداز تھا اکثر کسی کے اشکالات کا جواب دینے کے

بعد تھوڑا تأمل کرتے تھے، پھر ایک بڑی نصیحت فرماتے تھے، فرمایا:

کہ یہ تحقیقات اور تدقیقات وہاں کام نہیں آئیں گی؛ وہاں اللہ کی محبت کام آئے گی۔

تو خواجہ صاحب نے جس مجلس میں یہ بات ہوئی تھی، اُس میں پوچھا کہ حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

فرمایا کہ:

جنہوں نے اپنے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا کرلی ہے، اُن کی جوتیوں میں پڑ جاؤ۔

پھر وہ شعر پڑھا: ؎

قال را بگذار مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

دیکھیئے! حضرت والا کی عجیب ہستی تھی، کہ نفوس کی بھی رگڑائی ہورہی ہے، سوالوں کے جواب بھی دیے جارہے ہیں، خطوط کے جواب بھی لکھے جارہے ہیں، تصنیفات وتالیفات کا کام بھی ہورہا ہے۔

دین کی تبلیغ کے انداز

حضرت والا کی تبلیغ کا بھی عجیب انداز تھا، حکمت وبصیرت اور موعظتِ حسنہ کی بڑی رعایت تھی۔

حضرت کا ایک واقعہ ہے کہ ایک سفر میں ریل میں خواجہ صاحب بھی بیٹھے تھے اور ایک صاحب اور بھی تھے جو حضرت کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے بہت باتیں کررہے تھے، اور حضرت ان سے بڑی توجہ کے ساتھ اور بہت خندہ پیشانی سے گفتگو فرمارہے تھے، جب مغرب کی نماز کا وقت قریب آیا تو سب نے تیاری کری، کچھ لوگوں نے وضو کرنا تھا تو سب نے مغرب کی نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر جب حضرت واپس اپنی سیٹ پر آئے تو وہ صاحب جو مسلمان تھے، اور حضرت نماز سے پہلے ان سے خندہ پیشانی کے ساتھ باتیں کررہے تھے، بغیر نماز پڑھے بیٹھے رہے۔

نماز کے بعد حضرت نے اسی خندہ پیشانی سے ان کے ساتھ گفتگو کی، کوئی تنقیح نہیں کری، کہ آپ

نے نماز کیوں نہیں پڑھی، اُسی بشاشت کے ساتھ گفتگو کرتے رہے، تو خیر جس اسٹیشن پر انہیں اُترنا تھا، اس اسٹیشن پر وہ صاحب اُتر گئے، اور چلے گئے۔

تو مجھ سے تھانہ بھون کے ایک دوست نے بیان کیا، کہ اُن سے اُن صاحب نے کہا کہ حضرت مجھ سے اسی بشاشت اور اسی دلچسپی سے کلام کرتے رہے تو اگر اس وقت مجھ سے حضرت نماز کا فرماتے تو میں پڑھ لیتا لیکن بعد میں پھر نہ پڑھتا۔

لیکن حضرت کی اس خاموشی سے اور مجھے کچھ نہ کہنے سے ایسا اثر ہوا کہ میں بڑا پکا نمازی بن گیا۔[1]

دیکھئے یہ بھی حضرت کی تبلیغ کا ایک خاص انداز تھا کہ گفتگو سے ان پر اثر ہوا، لیکن اس وقت براہِ راست نماز کا حکم نہیں فرمایا۔

اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا ہے کہ:

ہر موقعے پر تبلیغ نہیں ہونی چاہیے، اس کا موقع ہوتا ہے۔

اور فرماتے تھے کہ میں نے اس دن سے کان پکڑا ہے کہ ایک صاحب آئے اور شاید یہ واقعہ کسی سفر میں ہوا تھا کہ اُن کے پائجامہ کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے تھے، حضرت انہیں نہیں جانتے تھے اور وہ بھی حضرت سے ناواقف تھے۔

تو حضرت نے اس موقعے پر کہ بعد میں موقع ہو نہ ہو، وہ اُتر جائیں گے کیونکہ سفر کر رہے تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ پائینچے آپ کے ٹخنوں سے نیچے نہیں ہونے چاہئیں، یہ شریعت کا حکم ہے۔

اِس کے جواب میں انہوں نے چھوٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی؛ جو کہ کفریہ کلمہ تھا۔

اس پر حضرت نے عہد کرلیا کہ تبلیغ کے لیے موقع مناسب ہونا چاہیے، موقع بے موقع نہیں ہونی چاہیے۔

ایک بزرگ کا واقعہ حضرت کے ملفوظات میں ہے کہ انہوں نے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے گناہ سے باز رکھنے کی اس طرح سے مسجد میں اپنے ایک مرید کو تبلیغ کی، جن کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے تھے۔

---

[1] الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ، جلد ۷، صفحہ ۴۳، ملفوظ ۲۸۔

تو اُن بزرگ نے نماز یا کوئی اور مجلس ختم ہونے کے بعد باقی حضرات سے کہا کہ آپ جایئے، لیکن اُن صاحب کو روک لیا، جب سب چلے گئے تو وہ خود کھڑے ہوگئے اور کہا کہ بھئی دیکھنا مجھے شبہ ہوتا ہے کہ درزی نے میرے پائجامہ کے پائینچے ٹخنوں سے نیچے بنا دیے ہیں۔

اُن صاحب نے کہا کہ نہیں حضرت، کیونکہ وہ تو ٹخنوں سے اوپر تھے، اور انہوں نے وہیں اُن بزرگ کے پاؤں پکڑ لیے، اور عرض کی کہ حضرت یہ گناہ تو میں کرتا ہوں، یہ لعنت تو میرے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں۔

یہ تھا بزرگوں کی تبلیغ کا انداز۔

اور حضرت نے تبلیغ کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو تبلیغ کر رہا ہے وہ مخاطب سے اپنے آپ کو اَرذَل اور کمتر سمجھے، تب ہی تو وہ صحیح تبلیغ کر سکے گا، ورنہ دوسرے کو ذلیل ورسوا ہی کرے گا۔

اصلاح کا ایک نسخہ (گناہوں کو چھوڑنا اور کم بولنا)

حضرت کا ایک ملفوظ یاد آ رہا ہے، بڑے وثوق سے فرمایا کہ:

دو چیزیں آپ کرلو تو میں اللہ کے فضل سے ذمہ لیتا ہوں کہ وصول الی اللہ کی سعادت حاصل ہو جائے گی

نمبر۱: ظاہر کے بھی باطن کے بھی، سب گناہوں سے توبہ کرلو۔

نمبر۲: کم بولو، بولنا کم سے کم ہو۔

ان دو کاموں پر عمل کرلیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ وصول ہو جائے گا۔

اور وصول الی اللہ کے معنیٰ آپ سمجھتے ہیں، تو اس پر عمل ہونا چاہیے۔

قلتِ طعام و منام میں ترمیم

حضرت نے چار قلتوں میں سے دو کو حذف کردیا ہے کہ پہلے زمانے میں قویٰ مضبوط ہوتے تھے، ان کی اچھی غذا ہوتی تھی، تو وہ چاروں قلتیں کر لیتے تھے۔

کم کھاؤ، کم سوؤ، کم ملو جلو، کم بولو۔

اب یہ دونوں چیزیں یعنی، کم سوؤ اور کم کھاؤ۔

ان کو حضرت نے منع کر دیا ہے، کہ نہیں اب ان کی پہلے والی تاب نہیں رہی، کھاؤ بھی بقدرِ ضرورت اور سونا بھی چاہیے۔

حضرت جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جب میں نے معمولات لکھے تھے تو فرمایا کہ:

> نہیں آپ کو سونا چاہیے، اور کم سے کم چھ گھنٹے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک چوتھائی، خواہ دو قسطوں میں ہی ہو، کچھ دوپہر کو قیلولہ کرلیا، دن رات میں ایک چوتھائی نیند ہونی چاہیے۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ مجدد تو آتے رہیں گے کیونکہ حدیث شریف میں اس کا وعدہ ہے لیکن ایسا جامعُ المجدد شاید اب قیامت تک نہ آئے۔

افضلِ اعمال: قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل کی کثرت

ایک اور بات یاد آئی، یہ تو میں نہیں کہتا کہ کس وعظ یا کس ملفوظ میں یہ بات ہوئی لیکن مجھے اتنا یاد پڑتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آخری زمانے میں حضرت نے انفرادی ذکر، جہرِ معتدل کو زیادہ ترجیح نہیں دی۔

اور بعض جگہ ذاکرین آج کل اونچی آواز سے ذکر کے ساتھ جھٹکے وغیرہ بھی لگاتے ہیں، میں نے دیکھا ہے بعض مساجد میں اور میں نے منع بھی کیا ہے۔

اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ بجائے معروف ذکر کے وہ اعمال کرو کہ جو دیکھنے میں سب ہی کرتے ہیں مگر حقیقت میں افضلُ الاعمال ہیں۔

ایک تلاوتِ کلامِ پاک اور دوسرے کثرتِ نوافل۔

دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ نفل اعمال میں ان سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، تو دیکھنے والے دیکھیں گے کہ یہ کوئی خاص چیز نہیں کر رہا۔

اس لحاظ سے نفس میں بڑائی نہیں پیدا ہوگی۔

حضرت کے الفاظ میں ہے کہ افضلُ الاعمال یعنی جتنے بھی اعمال شریعت میں بذریعہ وحی نازل ہوئے ہیں، اُن میں یہ دوعمل کثرتِ نوافل اور قرآنِ پاک کی تلاوت افضل ہیں اور ویسے بھی نماز تو ہے ہی قُرب؛ اس سے بڑھ کر قُرب کیا ہوگا؟

تو سارا نتیجہ اور خلاصہ یہ نکلا کہ جب وقت مل جائے ان ہی دو چیزوں میں زیادہ زور دیں۔

اور یہ بھی ہمارے اکابر سے منقول ہے کہ انہوں نے ذکر کیا ہے تو لاکھ لاکھ سوا لاکھ مرتبہ کیا ہے، ذکر اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن عام ذکر سے تلاوتِ قرآن، اور نوافل کا درجہ زیادہ ہے، تلاوت دراصل اللہ تعالیٰ کا بندہ سے کلام کرنا ہے اور نماز دراصل بندہ کا اللہ سے کلام کرنا ہے، تو ان دونوں اعمال کے ذریعہ دونوں طرف سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

للّٰہی تعلق کی نعمت

آپ حضرات کی برکت وتعلق سے چند باتیں عرض کر دی ہیں اور آپ حضرات کی ملاقات کو میں تو اپنے لیے سعادت سمجھتا ہوں۔

ارے ہم کیا چیز ہیں؛ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور ملفوظ جو خود حضرت حکیم الامت سنایا کرتے تھے کہ حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ:

> میرے پاس جو آتے ہیں میں اپنے آنے والوں کے قدموں کی خاک کو اپنے لیے سرمایۂ آخرت سمجھتا ہوں۔

اور پھر اس کی دلیل ہوتی تھی، یہ نہیں کہ بس ویسے ہی کہہ رہے ہوں، فرماتے تھے کہ:

> یہ حضرات جو میرے پاس آئے ہیں دنیا کی نیت لے کر نہیں آئے، کوئی پیسہ لینے نہیں آئے، کوئی جائیداد لینے نہیں آئے، بس اللہ ہی کے لیے آئے ہیں تو ان کی طلب میں تو کوئی شک نہیں۔
>
> رہا میرا معاملہ اللہ کے ساتھ کیا ہے؟ تو امید ہے کہ ان مخلصین وطالبین کی برکت سے وہ بھی درست ہو جائے۔

Idara Ghufran

حضرت تھانوی کے دو نکاح اور ازواج میں عدل

حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو نکاح کیے، پھر عدل کر کے دکھایا، عدل کا بھی حال سُنیے۔
اللہ اکبر! وہ تو عدل میں شامل ہے ہی کہ ایک رات یہاں ایک رات وہاں، یہ تو سب ہی کر لیتے ہیں۔

مشہور واقعہ آتا ہے کہ ایک دیہاتی شخص حضرت کا معتقِد حضرت کے پاس دو تربوز لایا، اور لا کر حضرت کو پیش کیے، اور اپنی زبان میں کہا کہ میں یہ جانوں ہوں کہ تو اپنے دونوں گھروں میں برابر کرتا ہے، میں نے اسے تول لیا ہے، دونوں برابر کے ہیں۔

حضرت نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ دونوں برابر کے ہیں مگر ایک پھیکا نکلا اور ایک میٹھا تو اس میں کیسے برابری ہوگی؟

اب وہ بے چارہ دیہاتی اس پر بہت ہی شش و پنج میں پڑا اور کہا کہ:

یہ تو میں نہ جانوں کہ کون میٹھا ہے اور کون پھیکا؟ کیونکہ میں ان کے اندر تو گُھسا نہیں۔

تو اُس دیہاتی نے ایسے الفاظ کہہ دیے۔

حضرت نے کہا کہ نہیں اس کا بھی علاج ہے، آدھا اس میں سے کاٹ لیا جائے اور آدھا اس میں سے کاٹ لیا جائے۔

حضرت کے سامنے حوض کے قریب سائبان کے نیچے ترازو بھی رکھا رہتا تھا اور اس میں ڈاک کے ٹکٹوں کے وزن بھی چیک ہوتے تھے، اگر زیادہ وزن ہو تو اور ٹکٹ لگاؤ۔

اگر کوئی لفافہ ایسا آتا تھا کہ کسی نے بھیجا ہے اور ٹکٹ پر مہر نہیں لگی ہے، تو ٹِکٹ کو فوراً چاک کر دیا کرتے تھے۔

خیر! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں تربوزوں کو بیچ میں سے نشان لگا کر آدھا آدھا کیا، اور ایک تربوز کے آدھے حصہ کے ساتھ دوسرے تربوز کا آدھا حصہ ملا دیا اور پھر دونوں کا وزن برابر کر دیا۔

اور پھر فرمایا کہ اب تو انصاف ہو گیا کہ اگر ایک پھیکا تھا تو اس کے ساتھ میٹھا مل گیا۔

جواب میں اس دیہاتی نے کہا کہ:

انصاف تو ہو گیا مگر مولوی! تُو بہت مصیبت جھیلے ہے؟

اس پر حضرت نے فرمایا کہ:

یہاں کی مصیبت وہاں یعنی آخرت کی مصیبت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

کسی نے حضرت کے دو نکاح کے متعلق کہا کہ حضرت اب تو آپ نے دوسری شادی کر کے اپنے سارے مریدوں کے لیے راستہ کھول دیا ہے، کہ وہ کہیں گے کہ ہم تو شیخ کے طریقے پر عمل کر رہے ہیں، کہ انہوں نے بھی دو دو شادیاں کی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے راستہ بند کر دیا ہے، اور فرمایا کرتے تھے کہ:

جب میں ایک بیوی کے یہاں ہوتا ہوں تو دوسری کا خیال بھی نہیں لاتا، وسوسہ بھی نہیں آتا، ورنہ ذہنی و قلبی استمتاع میں آ جائے گا، اور باطن میں عدل کے خلاف ہو جائے گا۔

دیکھیے! کہاں نظر گئی؟

حضرت کی یہ سب باتیں چھوٹی چھوٹی نہیں تھیں، بلکہ درحقیقت بہت بڑی تھیں۔

حقوق کی ادائیگی اور فرقِ مراتب

حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضرت اپنی مثال آپ رکھتے تھے۔

مشہور واقعہ ہے کہ جس زمانے میں حضرت خود نماز پڑھایا کرتے تھے اور صحت اچھی تھی، تو سنت پڑھ رہے تھے، کہ آواز آئی کہ بڑی پیرانی صاحبہ گر پڑیں۔

تو حضرت نے نیت توڑ دی، اور سیدھے گھر پہنچے۔

گھر میں تو صرف ایک خادمہ رہتی تھیں، سوچا کہ اور تو کوئی ایسا ہو گا نہیں ظاہر ہے کہ معلوم نہیں کہاں چوٹ لگی ہو؟ کون پکڑے گا؟ کہاں جائے گا؟

زینے پر چڑھ کر اوپر کی منزل پر جانا ہوتا تھا۔ پھر آ کر نماز پڑھی اور سنتیں دوہرائیں، ادائیگیِ حقوق کا بہت ہی زیادہ اہتمام تھا۔

میں تو کچھ نہیں ؛ اللہ نے جتنی بھی حضرت کی صحبت کی توفیق دی، حضرت کی ساری تعلیم کا لبِ لباب اور خلاصہ یہ تھا اور حضرت اسے پسند کرتے تھے کہ بندے میں عاجزی، انکساری اور بے نفسی ہونی چاہیے۔ اپنے جن متوسلین، متعلقین اور مریدین میں حضرت محسوس کر لیتے تھے کہ ان کے اندر کسی قسم کی بڑائی اور جاہ کا شائبہ ہے، اُن کی اصلاح کی طرف خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

لیکن ہر مرید کے ساتھ اُس کی حیثیت کے مطابق برتاؤ کرتے تھے، نواب جمشید علی خان صاحب کا واقعہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں آپ کی گاڑی یعنی پالکی کھینچ کر لے جاؤں گا۔

اور یہ نواب صاحب حافظ تھے اور رمضان میں قرآن شریف سناتے تھے، اور حضرت والا نواب صاحب کو حافظ صاحب کہتے تھے، نواب صاحب کے لفظ سے کم مخاطب کرتے تھے۔

اور نواب جمشید علی خان صاحب کو بہت سے لوگ جانتے بھی تھے اور باغپت قریب میں ہی تھا، اور وہاں دنیا کے بھی بڑے بڑے لوگ آ کر ٹھہرتے تھے اور دین کے بھی ماشاء اللہ۔

تو نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ بازار میں گاڑی مت چلایئے، آپ بازار میں گزریں گے تو لوگ دیکھیں گے، اس سے آپ کے انتظامی معاملات میں خلل آئے گا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک لاٹھی سب کو نہیں ہانکتا، حسبِ مراتب معاملہ کرتا ہوں۔

لیکن نواب صاحب یہی ضِد کر رہے ہیں کہ مجھے ہی اجازت دیدیجیے۔

بڑی ردوقدح کے بعد حضرت نے درمیانی صورت حسبِ مراتب کی یہ نکالی کہ اس بات کی اجازت دیدی کہ کیونکہ اس پرانے زمانے کی گاڑی کے دو ہینڈل ہوتے تھے، حافظ صاحب کو پیچھے سے پکڑنے کو کہا کہ گاڑی تو نیاز ہی چلائیں گے جو حضرت کے خادم تھے، آپ نیاز کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیجیے۔ یہ ہے، حکمت اور مجددانہ شان کہ ہر چیز پر نظر ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ع دلِ تاریک روشن کر دیے تیری نگاہوں نے

ع صحابی وہ نہ تھا لیکن نمونہ تھا صحابی کا

Idara Ghufran

اختتامی دعا

اچھا اب دعا کرلیں:

سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَاإِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ .

سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ.

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّۃَ مَعَ الْاَبْرَارِ یَا عَزِیْزُ یَاغَفَّارُ

.رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ .

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ .

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّائِمَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّۃِ وَالنَّجاۃَ مِنَ النَّارِ.

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَاسَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ .

وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَااسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ ﷺ .

وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ.

یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّہٗ وَلَاتَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَۃَ عَیْنٍ.

Idara Ghufran

یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ .

یا اللہ اس ادارۂ غفران کو بھر پور ترقی عطا فرمایئے، یا اللہ دین کی شعاعیں یہاں سے نکلیں، تقوے کی، علم کی، فتوے کی۔

یا اللہ جو کام ہو رہا ہے، یا اللہ اسے قبول فرما لیجیے، یا اللہ بندے بشر ہیں، غلطی ہوتی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا .

جو خطا ہو گئی ہے، اس کو معاف فرما دیجیے، یا اللہ لغزش سے بچایئے، توکل عطا فرمایئے، لالچ اور حرص سے یا اللہ بچایئے، استغناء عطا فرمایئے، جو کام کر رہے ہیں۔

یہ حضرات، مفتی صاحب اور ان کے جملہ معاونین یا اللہ سب کو اپنے فضل سے اور اپنی رحمت سے یا اللہ متواتر مسلسل ترقی وقبولیت عطا فرما دیجیے، جو کام دین کا کر رہے ہیں، یا اللہ اسے قبول فرما لیجیے۔

یا الٰہ العالمین! رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً. اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .

یا اللہ تمام جتنی حاجتیں ہیں، وہ پوری فرمایئے؛ وسائل میں ترقی عطا فرمایئے، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرمایئے، یہ جو علمی اور تحقیقات کا کا جو کام کر رہے ہیں یا اللہ اسے قبول فرما لیجیے، ترقی عطا فرمایئے، فروغ عطا فرمایئے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

یَاسُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُیَا وَدُوْدُ .یَاسُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ یَا غَفُوْرُ یَا وَدُوْدُ یَاسُبُّوْحُ یَاقُدُّوْسُ.

یا اللہ قبر کا دن آپ کے اسمائے حسنیٰ کے نام کی برکت سے، اس کے صدقے سے آسان فرما دیجیے۔

نبیِ کریم محمد ﷺ کے اور ان کی آل کے صدقے میں یا اللہ ہماری دعائیں قبول فرما لیجیے، یا اللہ اس ادارے کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمایئے اور جتنے وسائل کی ضرورت

ہے سب مہیا فرما دیجیے، توکل عطا فرمائیے، اخلاص عطا فرمائیے، معاندین، مخالفین اور حاسدین سب سے یا اللہ حفاظت فرمائیے،

رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم .

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

یا اللہ مفتی رضوان صاحب کو، یا اللہ ان کے اہل وعیال کو، ان کی والدہ کو، ان کے گھر والوں کو، سب احباب کو ، اور بھائیوں کو سب کو یا اللہ عافیت عطا فرمائیے، صحت عطا فرمائیے۔

یا اللہ آپ کی شان لامتناہی ہے، یا اللہ اپنی شان کے مطابق فراخیِ رزقِ حلال عطا فرمائیے۔

ہم سب آپ کے بندے بشر ہیں، جو بھول چوک ہوگئی ہو وہ معاف فرما دیجیے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ .

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. آمین آمین

یا اللہ! یہاں پر موجود ہمارے بھائیوں کی جو بھی مشکلات ہیں سب دور فرما دیجیے۔

یا اللہ عافیت عطا فرمائیے، یا اللہ جو جو حضرات اپنے کاروبار کی وجہ سے متفکر ہیں یا اللہ ان کے کاروبار میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیے۔

یا اللہ راستے کھول دیجیے، آپ ہی کے اختیار میں ہے یا اللہ جو بھی حاجتیں ہیں دنیوی ہوں یا اُخروی سب پوری فرما دیجیے، جو دین کے کام ہو رہے ہیں سب قبول فرما لیجیے۔

آمین .بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

(۶)

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اولیاء اللہ کی صحبت

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۷/ شعبان ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۱/ اگست ۲۰۰۷ء بروز منگل بوقت صبح دس بجے دارالافتاء اور دیگر کارکنانِ ادارہ کے لیے منعقد ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۹ میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اصلاحِ باطن کے لیے حلال آمدنی اور نظر کی حفاظت کی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

یہ طریق کا قاعدہ اور اُصول ہے کہ اصلاح کے معاملے میں ہر کام خواہ نجی ہو یا دوسرا، اُس کی شیخ سے اجازت لینی پڑتی ہے۔

چنانچہ حضرت عارف باللہ عارفی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اجلِّ خلفاء میں سے تھے، اور پہلے وہ وکالت کرتے تھے، وکالت کا پیشہ اچھا نہیں تھا۔

جیسے ہی لکھنؤ میں وکالت چھوڑی، تو حضرت کو اطلاع کی کہ میں نے وکالت چھوڑ دی ہے، یہ غالباً سنہ ۱۹۲۷ کی بات ہے، بس جیسے وکالت چھوڑی، حضرت کا خط آیا کہ میں نے آپ کو خلافت دیدی، اور حضرت نے یہ بھی لکھا کہ اسی کا انتظار تھا۔

اُن کی ایک کرامت پہلے یہ بیان کر دیتا ہوں کہ جب انہوں نے اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے (طریق کے مذکورہ قاعدے کی رعایت کرتے ہوئے) یہ اجازت لی اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت یہ تو ہوگیا (یعنی میں نے وکالت چھوڑ دی) اب میں نے ذریعۂ معاش ہومیو پیتھک علاج کو بنایا ہے، اور علاج تو مرد مریض ہوں یا عورتیں مریضہ ہوں، دونوں کا کرنا پڑے گا۔

پھر غضِ بصر (یعنی نامحرم عورتوں سے نظر نیچی رکھنے) کا مسئلہ آتا ہے کہ اُن سے نظر نیچی کرنی پڑے گی؛ اس کے لیے بھی توجہ کریے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کردی اور اس دعا سے عورتوں کا علاج کرنے کی بھی اجازت ہوگئی۔

کیونکہ ظاہر ہے کہ مرد مریض ہوں یا عورتیں، مریض کا تو علاج کرنا ہی پڑتا ہے۔

حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ واقعہ بیان کرکے فرماتے تھے کہ:

عورتوں کا علاج کرتے ہوئے اندازاً پچاس ساٹھ سال ہوگئے اور نصف صدی گزر گئی، جب سے میرے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی توجہ ڈالی ہے، میری آنکھ غیر محرم عورت کے لیے پتھر کی آنکھ بن گئی۔

اس کے بعد کبھی بدنظری نہیں کی، نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ سبحان اللہ۔

حاملینِ علمِ دین کے لیے اہم نصیحت

یہ تو میں نے برسبیلِ تذکرہ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بتائی، جس سے دو باتوں کی اہمیت معلوم ہوئی:

ایک تو حرام آمدنی سے بچنے کی، اور دوسرے نظر کی حفاظت کی۔

کہ ان دونوں چیزوں کے انسان کی زندگی اور اس کے ایمان پر بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں، اب میں جو بات علماء کے نکتۂ نگاہ سے کہنے کی ہے؛ وہ بتادوں:

ایک مرتبہ حکیم الامت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس ہورہی تھی، اُس میں علماء اور خلفاء حضرات موجود تھے، تو ایک عالم صاحب نے، حضرت سے اجازت لی اور طریقہ بھی یہی ہوتا ہے کہ بزرگوں سے کوئی سوال کرنے سے قبل اس کی اجازت لی جاتی ہے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت اجازت ہو تو میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ:

پوچھیے کیا پوچھنا ہے؟

انہوں نے عرض کی کہ:

مجھے تقدیر اور قضاء وقدر کے مسئلہ سے متعلق کچھ اشکال ہیں، اور میں نے بہت مطالعہ کیا ہے لیکن اس مسئلہ میں کوئی تشفی نہیں ہوئی۔

انہوں نے اُن کتابوں کا حوالہ بھی دیا جو اس سلسلہ میں اُن کے زیرِ مطالعہ رہی تھیں۔

سب کچھ بیان کرنے کے بعد اُن کا جو اشکال تھا، اُس کو تو حضرت نے رفع کر دیا۔

لیکن حضرت کا طریقہ تھا کہ کبھی کوئی نو وارد صاحب فقہ کا یا تصوف کا کوئی مسئلہ دریافت کرتے تھے، تو اس کا جواب اور حل بیان کر کے حضرت نصیحت بھی کرتے تھے، تو وہ نصیحت خاص تتمہ اور سارا حاصلِ مجلس بلکہ حاصلِ تصوف ہوتی تھی۔

اور حضرت کا یہ بھی طریقہ تھا کہ اہلِ علم حضرات کو مولانا کہہ کر حضرت مخاطب نہیں کرتے تھے، بلکہ مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے، جیسے مولوی فقیر محمد، مولوی شفیع؛ تو حضرت کا اندازِ تخاطب یہی تھا۔

چنانچہ حضرت نے اُن نو واردِ صاحبِ علم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مولوی صاحب یہ جو آپ نے اس مسئلہ کے اوپر مطالعہ کیا ہے، اور کتابوں کے حوالے دیے ہیں، اپنا اشکال بیان کیا ہے، اس کا ہم نے جواب دے تو دیا ہے، لیکن یہ نفس کی خاصیت ہے، کہ وہ پیچھا چھوڑتا نہیں ہے، لگا رہتا ہے، اس وقت تو آپ نے نفس کو دلیلیں دے کر ساکت اور خاموش کر دیا ہے۔

اسکات (یعنی نفس کو خاموش) تو آپ کر دیں گے، مگر اسقاط (یعنی نفس کی طرف سے اشکالات اور اعتراضات پیدا ہونا ختم) نہیں ہوگا۔

ان تمام اشکالات کا اسقاط نہیں ہوگا کہ بالکل ختم ہو جائیں، اور آپ یہ سمجھیں کہ بس جی اب تو چلو، اشکالات ختم ہو گئے، اب اشکالات پیدا نہیں ہوں گے۔

ایسا نہیں ہے بلکہ نفس پھر اشکال اُٹھائے گا اور پھر سوال کرے گا۔

لہٰذا اس کا علاج صرف یہی ہے کہ یہ قیل وقال اور باتیں چھوڑ دو،صرف حال پیدا کرو، کیونکہ پہلے عمل ہوگا،عمل کے بعد حال پیدا ہوگا، حال کے بعد پھر مقام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس یہ کام آئے گا،جس کو محبت کہتے ہیں۔

لہٰذا یہ آپ کی ساری تحقیقات اور تدقیقات یعنی باریک باتیں جو اس مسئلہ پر آپ نے اتنی کاوِش اُٹھائی ہے، یہ روزِ محشر کام نہیں آئیں گی،کام آئے گی تو اللہ کی محبت کام آئے گی''

یہ حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے،اور یہی سارا لبِ لباب ہے۔

بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں لیکن اگر محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔

بس چلا چل قطع راہ عشق گر منظور ہو یہ نہ دیکھ ہم سفر کہ منزل نزدیک ہے یا دُور ہے

اس طریق کے راستے میں تو چلتے ہی جاؤ اور شیخ کی تعلیم کے موافق آگے بڑھتے جاؤ۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کی ایسی ہیبت تھی کہ کسی کو بولنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی ،اگر کوئی بولتے تھے بقول ہمارے حضرت شاہ ابرارُالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے:

''حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تمام حاضرین میں سے کسی کو بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی،حضرت کی للّٰہیت کا اتنا رُعب تھا کہ سارے حاضرین ساکت مگر خواجہ عزیزالحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ ناطق''

صرف انہیں کو ہمت ہوتی تھی اور مخصوص موقعوں پر انہیں کو بولنے کی اجازت تھی۔

اللہ کی محبت حاصل کرنے کا طریقہ

جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ وہاں تو کام اللہ کی محبت آئے گی، یہ سارے علوم رکھے رہ جائیں گے، درس وتدریس،تقریر،علوم اور یہ مطالعے وغیرہ جو پڑھائے جارہے ہیں،سب یہیں رہ جائیں گے،تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ استفسار کیا کہ:

حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

تو حضرت نے خواجہ صاحب کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

کہ اللہ کی محبت ایسے پیدا ہوگی، جیسا کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

قال را بگذار مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(گفتار کے قاضی نہ بنو کردار اور عمل کے غازی بنو، اور یہ مقام اپنے نفس کو مقتدا بنا کر من مانی زندگی گذارنے کے بجائے کسی مردِ کامل اللہ والے بزرگ کو اپنا مربی اور شیخ بنا کر اس پر پورا اعتماد و اعتقاد رکھ کر اس کی تعلیمات وہدایات کے مطابق چلنے سے حاصل ہوگا)

یہ قیل وقال اور بحث وتمحیص سب چھوڑو، بس کسی شیخِ کامل کی جوتیوں میں پڑ جاؤ، پامال ہو جاؤ، اپنے آپ کو فنا کردو، تو کچھ حاصل ہوگا، قیل وقال سے اور نرے مطالعوں سے اللہ کی محبت نہیں آئے گی بلکہ فنائیت سے آئے گی۔

علمِ دین کے تین درجے، صورت، حقیقت، لذت

اور حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ حالانکہ اصطلاحی عالم نہیں تھے، لیکن انہوں نے بھی علمِ دین کے بارے میں عجیب نکتہ بیان کیا ہے؛ ایک مرتبہ فرمایا کہ:

علمِ دین کی صورت تو کتابوں میں ہے، اور اس کی حقیقت اُس علم پر عمل کرنے میں ہے؛ اور ایک اور چیز علم کی لذت ہے جو صحبتِ اہلُ اللہ یعنی جو اللہ والے ہیں ان کی صحبت سے حاصل ہوگی۔

بڑی عجیب بات فرمائی، واقعی جب تک اہلُ اللہ کی صحبت حاصل نہ ہو، علمِ دین کے ذائقہ اور لذت سے محرومی رہتی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ اپنے وعظ میں یا ملفوظ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ:

''صوفی کی تعریف یہی ہے کہ عالمِ باعمل ہو، جو عالم باعمل ہوگا وہ صوفی ہے''

اہلُ اللہ کے چار طبقے

اور جیسا کہ میں ابھی اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے لیے اہلُ اللہ کی صحبت اختیار کرنے کا ذکر کر رہا

تھا، تو اب یہ سُن لیجیے کہ اہلُ اللہ کون ہوتے ہیں؟

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور پیر تھے، اور بعد میں مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تھے، انہوں نے شیخُ العرب والعجم کا لقب پایا۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ:

اولیاء اللہ کے چار طبقے ہیں۔

پہلے نمبر پر مفسرین۔

دوسرے نمبر پر محدثین۔

تیسرے نمبر پر فقہاء۔

اور آخر میں چوتھے نمبر پر صوفیاء۔

فقہاء اور مفتی صاحبان کے لیے حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرات تو شریعت کا انتظام کرنے والے اور شریعت کے منتظم ہیں۔

اچھا! اولیاء اللہ تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہہ دیا مگر حضرت والا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے، کہ میں تو اہلُ اللہ اور اولیاءَ اللہ کو اللہ کے عُشّاق کہتا ہوں، کہ یہ حضرات اللہ کے عاشق ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مقام پر انسان کی تعریف بھی حیوانِ عاشق سے کی ہے۔ انسان کو منطق کی کتابوں میں حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے، لیکن حضرت نے فرمایا کہ اسے حیوانِ ناطق نہ کہو، بلکہ حیوانِ عاشق کہو، عشق اور اللہ کی محبت تو مسلمان کی گھٹی میں پڑی ہونی چاہیے۔

اہلُ اللہ کی صحبت اور ایمان کی حفاظت

آج کل فتنوں کا زمانہ ہے، ایک سے ایک فتنے آ رہے ہیں، تو ان میں ایمان کا بچاؤ کیسے ہو؟ اس بارے میں ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

آج کل اتنے فتنے ہیں، کہ ایمان کے لالے پڑ رہے ہیں۔

یعنی ایمان بچانا مشکل ہو رہا ہے؟

کسی صاحب نے دریافت کیا کہ ایمان کیسے بچائیں؟

فرمایا کہ:

جیسے آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان پر ہے تو ایمان کی بقاء کا دارومدار صحبتِ اہلُ اللہ پر ہے۔

اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تک فرما گئے ہیں کہ:

جیسے نماز فرضِ عین ہے۔

میں تو اس زمانے میں فتویٰ دیتا ہوں کہ صحبتِ اہلُ اللہ بھی فرضِ عین ہے؛ کیونکہ اس پر ایمان کی بقاء کا دارومدار ہے۔

تو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے منطقی طور پر بھی ثابت کر دیا کہ آخرت کی نجات ایمان پر ہوگی اور ایمان کی بقاء صحبتِ اہلُ اللہ پر ہوگی، تو جیسے ایمان فرضِ عین ہوگیا، صحبتِ اہلُ اللہ بھی فرضِ عین ہوگئی۔ واقعی بالکل سچ فرمایا، حقیقت بھی یہی ہے۔

طریق کا عطر تین چیزیں ہیں (خوف، رجاء، محبت)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ملفوظ یاد آیا، جس میں حضرت نے فرمایا:

طریق یعنی سلوک کا عطر جو ہر مؤمن کو حاصل کرنا ضروری ہے؛ تین چیزیں ہیں، یہ تین چیزیں طریق کا سارا روحِ رواں ہے:

پہلے نمبر پر خوفِ خدا ہے، یعنی اللہ کا خوف اور خشیت۔

اور دوسرے نمبر پر رجاء یعنی اُمید ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے مایوسی نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ اُمید رکھے۔

اور تیسری چیز وہی ہے جو اصل لبِ لباب اور طریقت کی روح ہے، وہ ہے محبت۔

پہلی چیز یعنی خوفِ خدا سے یہ فائدہ ہوگا کہ گناہوں سے بچے گا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى (سورۃ النازعات آیت نمبر ۴۰)

کہ جس نے اپنے نفس کو بُرے کام اور گناہ سے روکا، اس خوف سے کہ روزِ محشر اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو کیا جواب دوں گا؟

اور دوسری چیز یعنی امید بھی بہت ضروری ہے، بعض دفعہ ایک سالک پر ایسی حالت گزرتی ہے کہ اُسے بڑی مایوسی ہوجاتی ہے، مایوس نہ ہو کہ ہم سے تو کچھ بن نہ پایا۔

بقول حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے:

> ارے میاں! جس دن یہ سمجھ لیا کہ ہم نے کچھ کرلیا، ہم سے کچھ بن پڑا، وہ دن تمہارا ماتم کا دن ہوگا، یہی سمجھو کہ کچھ نہیں بن پایا۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھے، مایوس نہ ہو۔

امید کسے کہتے ہیں؟

خواجہ صاحب نے شعر میں بیان کیا:

جو نا کام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

ایں درگاہ ما درگاہِ نا امیدی نیست — گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ سے نا اُمیدی نہ ہو، اور خدانخواستہ دنیا سے جاتے وقت اگر نا اُمیدی پڑ جائے تو یہ بڑا خطرناک وقت ہوگا۔

اور تیسری چیز وہی ہے جو پہلے چلی تھی، کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کام آئے گی لہٰذا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔

تو تین چیزیں ہوگئیں، خوف، امید اور محبت اور حضرت نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں ہیں جو ہمارے

سلوک اور طریقت کا عطر ہیں، اور عطر کہتے ہیں بالکل نچوڑ اور عرق کو، اور اس کو ہر سالک، ہر مؤمن، ہر عالم کے لیے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری بتایا ہے۔

چھوٹے بھائی نواب سلیم صاحب کا انتقال

حال ہی میں میرے چھوٹے بھائی جناب سلیم صاحب کا کراچی میں انتقال ہوگیا ہے، وہ مجھ سے عمر میں دو سال چھوٹے تھے۔

اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائیں۔ آمین

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی حیات میں جب ہم چھوٹے تھے، ہماری والدہ مرحومہ ہم دونوں بھائیوں کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمت میں تھانہ بھون لے گئیں۔

حضرت رحمہ اللہ نے دعائیں دیں تو میری والدہ مرحومہ نے یہ کہلوایا حضرت سے کہ حضرت اس بڑے کو تو ہم عربی پڑھوائیں گے، اور میں بڑا تھا اور یہ چھوٹا یعنی بھائی سلیم صاحب انگریزی پڑھے گا، خیر حضرت نے دعائیں کر دیں۔

تو بھائی سلیم صاحب فرمایا کرتے تھے، کہ مجھے جو حضرت نے دعا دی یہ کہہ کر کہ یہ انگریزی پڑھے گا، وہ انگریزی کام آئی۔

میں نے ختمِ نبوت کے اوپر مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

اور ختمِ نبوت پر کام کرنے پر اُن کو خواب میں کئی بشارتیں بھی ہوئی تھیں۔

ختمِ نبوت پر اللہ تعالیٰ نے اُن سے بہت کام لیا ہے، وہ اس سلسلہ میں انگلستان وغیرہ بھی جایا کرتے تھے، مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کو اپنے وفد میں ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔

بس اُن کا وقت آ گیا، اور واصل بحق ہو گئے۔

بس یہ چند باتیں عرض کر دی ہیں۔

اختتامی دُعا

اچھا اب دعا کرلیں:

سُبُحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَاإِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ .

سُبُحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبُحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ.

سُبُحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ .

رَبَّنَآ اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ .

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ .

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِوَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ يَا عَزِيْزُ يَاغَفَّارُ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ يَا اللهُ.

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَاسَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَاسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ .

وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ.

يَا حَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهٗ وَلَاتَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ .

یا اللہ اس ادارہ غفران کو ترقی عطا فرما، ظاہری اور باطنی ترقی عطا فرما۔

یا اللہ یہاں سے دین کی شعاعیں ساری دنیا میں پھیلیں، یا اللہ اس ادارے کے وسائل میں روز افزوں ترقی عطا فرمایئے اور علومِ دین کی اشاعت اور ترویج میں بھی

روزافزوں ترقی عطافرمایئے۔

یا اللہ اس ادارے کو نبیِ کریم ﷺ کے علوم ِنبوت کی ترویج کا اور حضرت حکیم الامت مجدد ِملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کا ذریعہ بنا دیجیے۔

حضرت مسیح الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ دوہرا دیتا ہوں، کہ حکیم الامت کے طریق کی اشاعت وترویج پر ان حضرات کو حریص بنا دیجیے۔

یااللہ ادارۂ غفران کے جملہ حضرات تعلیم کے لحاظ سے بھی اور درس وتدریس کے لحاظ سے بھی خدمتِ دین کے لحاظ سے بھی تینوں طریقے سے مشغول ہیں۔

یااللہ ان کے جتنے بھی مسائل ہیں سب پورے فرما دیجیے، یااللہ اپنے رزقِ حلال سے جو لامتناہی ہے، اپنی شانِ لامتناہی کے مطابق رزقِ حلال عطا فرمایئے، یااللہ ظاہری وباطنی ،جسمانی تمام صحت عطافرمایئے، تمام بیماریوں کو دفع کر دیجیے ،شفائے کاملہ عاجلہ عطافرمایئے۔

ہمارے مفتی رضوان صاحب کی والدہ مدظلہا کا سایۂ عاطفت وشفقت یااللہ دائم وقائم رکھیے،سب کا اپنی اولاد کے سروں پر سایۂ شفقت قائم رکھیے۔

یااللہ جو ابھی تک ادارہ کے منصوبے ہیں اس سلسلہ میں مسجد کے ہیں، یااللہ ان میں روز افزوں ترقی عطافرمایئے، پریشانیوں کو دُور فرمایئے

بالخصوص یہ حضرات مفتی صاحبان جو یہاں ادارہ میں ہیں خود مفتی رضوان صاحب، مفتی امجد صاحب، اور مفتی محمد یونس صاحب اور یہ تمام حضرات جو یہاں موجود ہیں ان کی جتنی بھی حاجتیں ہیں سب کی تکمیل عطافرمایئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمِ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم .وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنُ

(۷)

حکیم الامت کی چند نصائح

حضرت والا نواب قیصر خان صاحب دامت برکاتہم کی یہ مجلس ادارہ غفران، راولپنڈی میں مؤرخہ ۲۱/ ذیقعدۃ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۰/ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات بوقت صبح دس بجے مسجدِ غفران کے منبر پر تشریف فرما ہوکر منعقد ہوئی، جسے مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اور ماھنامہ ''التبلیغ'' راولپنڈی کی جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۱، ۲، ۳ اور ۴ میں ۴ قسطوں میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب مدظلہٗ کی نظرِ ثانی کے بعد یہ مضمون شائع ہوا۔

الحمد لله و كفىٰ وسلام على عباده الذين اصطفىٰ. امابعد !

ماشاءاللہ ایک وقت تھا کہ مفتی (رضوان) صاحب نے یہ ادارہ قائم کیا تھا، اور یہ کہنا چاہیے کہ دین کا پودا لگایا تھا، اب تو ماشاءاللہ تعالیٰ یہ سایہ دار درخت بن گیا ہے۔ اور الحمدللہ بہت ترقی کرگیا ہے۔

میرے پاس ادارے کی مطبوعات کی فہرست آئی تھی، یہاں ادارے میں ماشاءاللہ بہت کام ہو رہا ہے، اور دین کے بہت ضروری ضروری کام ہوگئے ہیں۔

الحمد لله. اللهم زد فزد.

اللہ اس کو خوب ترقی عطا فرمائے۔

حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر ملفوظات میں سے کمالاتِ اشرفیہ دیکھتے تھے، اور پھر اس میں سے ایک آدھ ملفوظ سنا کر تشریح بیان کیا کرتے تھے۔

حضرت حکیم الامت کی علماء وطلباء کو استغناء کی نصیحت

بہرحال اس موقعے پر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نصیحت یاد آئی، جو انہوں نے علماء اور طلباء کو کی ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ علماء میں استغناء ہونا چاہیے۔

استغناء کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کسی شخص سے کوئی نفع کی توقع نہ رکھے، اللہ سے مانگے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اپنا مطمحِ نظر صحیح کرلو، اور اللہ نے دین کی خدمت کی جو بھی توفیق دی ہے، تو یہ سوچا کرو کہ اس سے مقصد کیا ہے؟ دین کے مختلف شعبے ہیں، درس وتدریس ہے، تبلیغ ہے، اور تصنیف وتالیف ہے، یہ سب چیزیں دین کے مختلف شعبے ہیں، تو اس سے مقصود کیا ہے؟

حضرت نے خود ہی فرمایا کہ یہ نیت ہونی چاہیے، کہ رب راضی ہوجائے، اللہ کی رضا مقصود ہے، یہ دل میں نیت ہونی چاہیے۔

یہ نصیحت تو حضراتِ اہلِ علم کو تھی۔

عامۃُ المسلمین کو قرض لینے اور گناہ سے بچنے کی نصیحت

اور عامۃ المسلمین کے لیے حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

زندگی میں کسی سے قرض نہ لو تو بڑی سکون کی زندگی گزرے گی، اور گناہ نہ کرو تو موت آسان ہوگی۔

اہل اللہ کے چار طبقے

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ تھے، وہ پرانے زمانے کی اردو میں فرمایا کرتے تھے، اور یہ ان کا مشہور مقولہ ہے کہ اولیاء اللہ کے چار گروہ ہیں، یعنی اللہ والوں کے چار طبقے ہیں۔

نمبر۱۔ مفسرین، **نمبر۲۔** محدثین۔ **نمبر۳۔** فقہاء۔ **اور پھر نمبر۴۔** صوفیاء۔

اور فقہاء کے بارے میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ان کے سپرد دین کا منصب فقہ کا ہے، یعنی ان کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جیسے کہ کسی ادارے کا مینیجنگ ڈائریکٹر ہو۔

جیسے تجارتی، کاروباری ادارے میں مینیجنگ ڈائریکٹر ہوتے ہیں، اور سب کچھ ان کے سپرد ہوتا ہے، تو شریعت کا انتظام ان فقہاء کے سپرد ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں علماء کی اسی لیے قدر کرتا ہوں کہ یہ حاملانِ شریعت ہیں، البتہ محبت مجھے ان چاروں طبقوں میں سے صوفیاء سے زیادہ ہے۔

حضرت حکیم الامت کا معالجین کی اتباع کرنا

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی سے کسی جگہ جارہے تھے، راستے میں بریلی کا اسٹیشن آیا، وہاں پر ریل تین گھنٹے ٹھہری، عشاء کی نماز بھی اسٹیشن پر اتر کر پڑھی، اور اس میں سورۂ والتین اور والعصر پڑھی، اور نفلیں نہیں پڑھیں، کیونکہ حضرت والا عموماً سفر میں نفلیں نہیں پڑھتے تھے۔

اس واقعے کے بارے میں ملفوظات میں ہے کہ:

> ایک سب انسپکٹر صاحب ریل میں آ کر بیٹھے، جو حضرت سے پہلے سے واقف نہیں تھے، اور حضرت والا کی وضع قطع اور گفتگو سے عالم سمجھ کر یہ اصرار کیا کہ آپ عالم ہیں، اور ہمارے یہاں ایک جلسہ ہونے والا ہے، جس میں دُور دُور کے میلادخواں آئیں گے، آپ بھی ایک دن کے لیے ہمارے یہاں چلیں، اور وعظ فرمائیں۔

کیونکہ اس زمانے میں حضرت کی طبیعت بھی ناساز رہنے لگی تھی، اور بیماری شروع ہوگئی تھی، تو حضرت نے معذرت کر لی۔

اور فرمایا کہ:

> میرا یہ سفر بمشورۂ اطباء ہے، اور اطباء نے یہ مشورہ دیا ہے کہ اگر آپ تھانہ بھون سے نکل کر کچھ سفر کر لیں تو اس سے آپ کی طبیعت میں نشاط پیدا ہوجائے گا، اس لیے میں سفر کر رہا ہوں، میں کہیں پر کوئی بیان یا وعظ کہنے نہیں جارہا۔

مختلف طبع کے لوگوں کو جمع کرنا

اس واقعے کے تحت حضرت نے یہ تعلیم کی ہے کہ مجلس میں مختلف طبع کے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہیے، اس سے کام نہیں ہوسکتا۔

حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح سے مقصود

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس کی بہت زیادہ اہمیت تھی، اور حضرت اس پر بہت زور دیتے تھے کہ ایک شخص سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

کبھی اس پر باز پرس نہیں ہوتی تھی کہ آج تم نے ذکر کتنا کیا یا اور جو معمولاتِ نافلہ تھے، وہ پورے کر لیے یا نہیں کیے، بلکہ اس پر باز پرس ہوتی تھی کہ کسی کی حق تلفی تو نہیں کی۔

مشہور فقرہ ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سالک سے یعنی جو شخص اصلاح کے لیے حضرت کے پاس آتا تھا، اس سے کہتے تھے کہ بھائی دیکھو، جس کو بزرگ بننا ہو، اور ولی اللہ بننا ہو، وہ تو کہیں اور چلا جائے، اور کسی اور شخص اور بزرگ سے تعلق کرے۔

میرے یہاں تو وہ آئے جسے آدمی بننا ہو، اور اس میں یہ ضروری ہے کہ ایک شخص سے دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حکیمُ الامت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اصلاح کا طریقہ

حضرت کا ایک اور ملفوظ یاد آیا، جس میں یہ بھی فرمایا کہ تین چیزیں عطر ہیں طریق کی، عطر کہتے ہیں بالکل نچوڑ کو، جیسے کہتے ہیں کہ یہ خس کا عطر ہے، یہ روح ہے تو اس کو ہر سالک، ہر مؤمن، ہر عالم کے لیے ضروری بتایا۔

تو ایک جگہ فرمایا کہ تین چیزیں ضروری ہیں طریق کے اندر:

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طریق اور مسلک کا عطر اور نچوڑ تین چیزیں بتلائی ہیں، جو سارے طریق کی روحِ رواں ہیں:

(نمبر۱)......**خوف:** یعنی اللہ کا خوف، خوفِ خدا، اللہ کے خوف اور خشیت سے بندہ گناہ سے بچے گا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى

(سورۃ النازعات آیت نمبر ۴۰ و ۴۱)

کہ جس نے اپنے نفس کو بُرے کام اور گناہ سے روکا، اس خوف سے کہ روزِ محشر اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو کیا جواب دوں گا؟ تو جنت ہی (ایسے لوگوں کا) ٹھکانہ ہے۔

(نمبر۲)......**رجا:** یعنی اللہ سے امید، خوف کے ساتھ اللہ سے رجاء اور امید بھی رکھنی چاہیے۔

اللہ کے فضل اور مغفرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

خواجہ صاحب کا شعر ہے کہ امید کسے کہتے ہیں:

جو نا کام ہوتا رہے عمر بھر بھی بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

(نمبر۳)......**محبت:** یعنی اللہ کی محبت، اور یہ حضرت کے سارے طریق کی روحِ رواں ہے۔

اللہ کی محبت پیدا کرلو، پھر سب عقدے حل ہو جائیں گے، بقول شاعر:

عشق آں شعلہ است کہ او برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

اور کبھی کبھی حضرت اپنے اسی سلسلے کی گفتگو میں قرآن پاک کی اس آیت کا بھی حوالہ دے دیا کرتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورہ بقرۃ آیت نمبر ۱۶۵)

یعنی ایمان والوں کو اللہ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

پھر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اشد محبت کہا ہے، شدید بھی نہیں کہا، اشد کہا ہے، اور عشق نام ہی اشدِ محبت کا ہے۔

www.idaraghufran.org

آپ حضرت کے مواعظ میں دیکھیں گے کہ حضرت پہلے فارسی کا شعر پڑھا کرتے تھے اور پھر بعض اوقات اردو میں اس کا مرادف شعر پڑھا کرتے تھے:

عشق کی آتش ہے ایسی بد بلا   دے سوا معشوق کے سب کو جلا

حضرت تھانوی کی مجلس اور اندازِ کلام

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں موجود ہوتے تھے، اور اُن مجالس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت کی مجلس میں ہیبتِ الٰہی ہوتی تھی، جس کی وجہ سے کسی کو کوئی سوال یا اشکال کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی، اور حضرت کی طرف سے ہر ایک کو اس کی اجازت بھی نہیں تھی، شاہ صاحب کا مشہور فقرہ ہے کہ ساری مجلس ساکت ہوتی تھی، جس میں مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ، بانی جامعہ اشرفیہ بیٹھے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بھی ہیں، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بھی ہیں، بڑے بڑے حضرات جو خود جبالِ علم یعنی علم کے پہاڑ ہوتے تھے، ان علم کے پہاڑ حضرات میں سے کسی کو حضرت کی مجلس میں سوال کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی؟

البتہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے مستثنیٰ تھے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی عجیب صفات کے حامل تھے، کبھی آپ سے کوئی سوال کرتا، تو اس حد تک نزول کرتے ہوئے مخاطب سے فرماتے تھے کہ:

اگر آپ کے سوال کا جواب مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا، نہیں تو اپنے بڑوں سے پوچھ کر بتا دوں گا۔

اور پھر مخاطب کی تسلی کر دیا کرتے تھے۔

حضرت والا عام مروّجہ مناظرے کے بہت خلاف تھے، اور حضرت کی طرف سے یہ تعلیم تھی کہ کسی مسئلے پر مناظرے والی شکل نہیں ہونی چاہیے۔

اور حضرت والا کا ایک انداز یہ تھا کہ اشکال یا سوال کا جواب دینے کے بعد ایک نصیحت بھی کیا کرتے

تھے۔

اسی طرح حضرت کی گفتگو کا بھی ایک خاص انداز تھا، کہ حضرت کا کلام ذو معنیٰ ہوتا تھا۔

حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مجلس میں بیان کردہ مشہور ملفوظ یاد آیا۔

اللہ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ

ایک عالم صاحب نے حضرت حکیم الامت سے اجازت لے کر کہا کہ حضرت میرا ایک اشکال ہے اگر اجازت ہو تو بیان کروں؟

پھر انہوں نے بتایا کہ حضرت میں نے فلاں فلاں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اور بہت تحقیقات کرتا رہا ہوں، لیکن اس مسئلے پر میری بہت تدقیقات اور تحقیقات کے بعد بھی تسلی نہیں ہوئی ہے۔

اُن صاحب کا وہ سوال قضا و قدر اور تقدیر سے متعلق تھا۔

جیسا کہ ابھی ذکر کیا کہ حضرت کی گفتگو کا ایک انداز تھا، کہ حضرت کا کلام ذو معنیٰ ہوتا تھا۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت نے اُن عالم صاحب سے فرمایا کہ بھائی آپ نے جتنا بھی پڑھا، اور مطالعہ کیا ہے، تو اس مطالعے سے آپ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا، کیونکہ دلائل سے آپ ساکت تو ہو جائیں گے، اور مسئلے سے اسکات یعنی خاموشی تو ہو جائے گی، مگر اس مسئلے کا اسقاط نہیں ہوگا، بلکہ نفس کوئی نہ کوئی اشکال یا اعتراض پیدا کرتا ہی رہے گا۔

اس لیے سارے اشکالات، تدقیقات اور جو اعتراضات اُٹھتے ہیں، ان سب کا ایک ہی حل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرو، اللہ کی محبت کام آئے گی۔

خواجہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، اور ہمت کر کے حضرت حکیم الامت سے پوچھ لیتے تھے، تو جب محبت کا سوال آیا کہ اللہ کی محبت پیدا کرو، تو خواجہ صاحب نے پوچھا کہ حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

حضرت نے جواب میں یہ فرمایا کہ اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو، اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ:

جنہوں نے اپنے دلوں میں پہلے سے محبت پیدا کر لی ہے، ان کی جوتیوں میں پڑ جاؤ۔

اور پھر مولانا روم کا یہ شعر پڑھا:

Idara Ghufran

قال را بگذار مردِ حال شو پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(یعنی قیل وقال کو چھوڑ دو، صاحبِ حال شخص بنو، اور کسی کامل اللہ والے کے سامنے پامال ہو جاؤ)

اصلاح کے معاملے میں جوتیوں میں پڑنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصلاح کے لیے اپنے آپ کو بالکل اپنے شیخ کے سپرد کر دیا جائے، پھر جو بھی شیخ کہے، اس پر بلا چون و چراں عمل کرے۔

اور جہاں تعلیم اور تدریس کا سلسلہ ہوتا تھا، تو اس کے بارے میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مدرسے میں تعلیم تو حاصل ہوگئی، مگر تربیت کے لیے کسی اللہ والے سے تعلق جوڑو۔

سلوک میں وساوس

سالک کو وسوسوں سے بہت واسطہ پڑتا ہے، اور اس معاملہ میں سالک کو بہت مشکل پیش آجاتی ہے۔

وساوس کے بارے میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کا ملفوظات میں ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ریل سے سفر ہو رہا تھا۔

اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ عموماً ریل میں سفر کرتے تھے، اور اُس زمانے میں ریل میں ایک فرسٹ کلاس ڈبہ ہوتا تھا، دوسرا سیکنڈ کلاس، اور تیسرا انٹر ہوتا تھا، اور سب سے آخر میں تھرڈ کلاس ڈبہ ہوتا تھا۔

اور حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ تھرڈ کلاس کے درجے میں سفر کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ:

بھائی اس درجے کے ڈبے میں غریب غرباء بیٹھے ہوتے ہیں، وہاں زیادہ راحت سے سفر ہوتا ہے، کیونکہ وہ لوگ دوسروں کا خیال کرتے ہیں۔

وساوس کا علاج

بہر حال جس دن حضرت کا ریل سے سفر تھا، اُس دن مسافروں کا اسٹیشن پر بہت بھیڑ اور ہجوم تھا، اور

Idara Ghufran

اُن کی آپس میں باہم چپقلش بھی ہو رہی تھی۔

ایک جگہ ہجوم کی وجہ سے لوگ کھڑکی سے بھی ریل میں چڑھ رہے تھے، کھڑکی پر بہت ہجوم دیکھ کر حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ:

وسوسوں کا جب ہجوم ہو تو قلب یعنی دل پر سے اُن وساوس کو جاتا ہوا سمجھو، وساوس کو آتا ہوا نہ سمجھو، جس طرح یہ مسافر جا رہے ہیں، اور وسوسوں کی طرف التفات نہ کرو۔

مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھو کہ وساوس کثرت سے جا رہے ہیں، آ نہیں رہے۔

اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ قلب کو حزن یعنی رنج وملال نہیں ہوگا، اور وساوس سے جو دل پریشان رہتا ہے، یہ پریشان نہیں ہوگا۔

اور پھر فرمایا کہ:

شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مؤمن بندہ کے اور خاص طور پر سالک اور طالب کے قلب کے اوپر رنج پہنچائے، کیونکہ شیطان کا بڑا مقصد وسوسے پیدا کرنے سے بندۂ مؤمن کو تحزین یعنی حزن وملال پہنچانا ہوتا ہے، جب شیطان یہ دیکھے گا کہ اس بندے کو وساوس سے کوئی رنج نہیں ہوا تو پھر وسوسے نہیں ڈالے گا، اور اس طرح وساوس کے مرض کا علاج ہو جائے گا۔

وساوس کے علاج کے بارے میں کسی اور موقعے پر حضرت والا نے فرمایا کہ:

بھائی دیکھو! وسوسوں کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی مثال بجلی کے تار کی سی ہے، اگر بجلی کا تار ٹوٹ کر کسی راستہ کے اوپر گر جائے، تو جو آدمی سڑک پار کرنے کے لیے چل رہا ہے، وہ اس تار کو ہٹائے گا نہیں، یہاں تک کہ چھوئے گا بھی نہیں، ورنہ تو کرنٹ لگ جائے گا، بلکہ اس بجلی کے تار سے بچ کر چلے گا۔

کیونکہ بجلی کے تار کو جب چھوؤ گے تو بھی کرنٹ مارے گی، اور ہٹاؤ گے تو بھی نقصان دے گی۔

اور وساوس کے بارے حضرت والا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

بتاتے تھے کہ:

جب وساوس کا ہجوم ہوتا ہے تو میں ان وساوس کو اللہ کی صنّاعی کی طرف منتقل کر لیتا ہوں، کہ یااللہ! کیا حالت ہے؟

آپ نے بھی قلب کو ایسا بنایا ہے کہ خیالات اور وساوس کا بحرِ ذخّار اُمڈا چلا آ رہا ہے۔

اور میں تو کہتا ہوں کہ کمپیوٹر بھی اتنا کام نہیں کر سکتا جتنا دماغ میں وساوس کا سٹور کام کرتا ہے۔

تبلیغ کے مختلف انداز

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت ریل کے ذریعے سفر میں تھے، خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ دوسرے حضرات بھی ساتھ تھے، اور حضرت کے ساتھ ریل کے اُس درجے میں کچھ ہندو بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اور حضرت کے سامنے والی سیٹ پر ایک مسلمان صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے، جن سے حضرت باتیں کر رہے تھے، اور ملفوظات چل رہے تھے، اس وقت تک آفتاب غروب نہیں ہوا تھا۔

جب سورج غروب ہونے والا ہوا، مغرب کا وقت قریب آ گیا، تو خواجہ صاحب نے یا کسی اور نے حاضرین سے کہا کہ نماز کا وقت قریب آ گیا ہے، وضو کر لیجیے، اور نماز پڑھ لیجیے۔

چنانچہ حضرت نے بھی اور دیگر حضرات نے نماز کی تیاری کر لی۔

جب نماز کا وقت بالکل قریب آ گیا، تو خواجہ صاحب نے حضرت سے کہا کہ آپ سامنے بیٹھے ہوئے مسلمان مسافر سے کہہ دیجئے؛ کہ یہ بھی وضو کر لیں اور مغرب کی نماز کی تیاری کریں، اسٹیشن آ گیا تھا، اور ریل بھی رُک گئی تھی۔

حضرت نے فرمایا کہ میں تو نہیں کہتا، انہیں خود خیال ہونا چاہیے۔

خیر حضرت نے اُن سے نماز کا نہیں کہا، اور سب نے نماز پڑھ لی، اور نماز پڑھنے کے بعد سب دوبارہ بیٹھ گئے، اور سفر شروع ہوا، تو حضرت نے اُن صاحب کے ساتھ اُسی شگفتگی سے باتیں کیں اور کوئی نکیر یا تنبیہ اس بات پر نہیں کی کہ آپ نے نماز کیوں نہیں پڑھی، آخر میں سب اپنی اپنی منزل پر

آ گئے، اور جسے جہاں اترنا تھا، اُتر گیا۔

تو بعد میں ان صاحب نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ مجھ پر تو پانی پڑ گیا کہ جب سب نے تو نماز پڑھ لی، تو حضرت نے مجھ سے بھی اسی شفقت کے ساتھ بات کی، جیسے دوسروں کے ساتھ کی، اور مجھے کوئی تنبیہ نہیں کی، اگر حضرت مجھے اس وقت نصیحت کرتے تو اُن کی شرما حضوری سے میں پڑھ تو لیتا لیکن پھر عمر بھر نہ پڑھتا، اس وقت کی حضرت کی خاموشی اور شگفتگی سے ان صاحب پر بہت اثر ہوا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور سفر کا واقعہ ہے کہ سفر میں کھانے کا وقت ہو گیا۔

خواجہ صاحب بھی ساتھ تھے، اور دوسرے رفقائے سفر بھی تھے، ٹرین میں ہی بینچ کے اوپر بیٹھ کر دسترخوان رکھ دیا گیا اور کھانا کھایا گیا، ایک اور مسافر صاحب جو راستے میں شاملِ سفر ہوئے تھے، اور پہلے سے حضرت سے واقفیت بھی نہیں تھی، انہیں بھی اخلاقاً کھانے میں شریک کرلیا گیا۔

سالن میں گوشت کی بوٹی کا نوالہ بناتے ہوئے ان صاحب سے گوشت کی بوٹی نیچے گر گئی، تو انہوں نے یہ خیال کیا اور یہ سمجھے کہ کسی نے دیکھا نہیں ہے، اور وہ صاحب اپنے بوٹ کی نوک سے اس گوشت کی بوٹی کو سامنے سے ہٹانے لگے۔

حضرت نے دیکھ لیا، اور حضرت نے خواجہ صاحب سے کہا کہ بھائی! یہ جو گوشت کی بوٹی گر گئی ہے، یہ اٹھا لیجیے، اور اسے دھولائیے، میں اسے کھالوں گا۔

خواجہ صاحب نے کہا بہت اچھا، اور گوشت کی بوٹی جو مٹی وغیرہ میں سَن گئی تھی، اٹھا کر دھوکر اور صاف کر کے لے آئے، اور عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو میں ہی کھالوں۔

حضرت نے فرمایا کہ ہاں اجازت ہے، آپ کھا لیجیے۔

اس بات کو بھی ان صاحب نے جنھوں نے اپنے جوتے سے گوشت کی بوٹی ہٹائی تھی، اور پھر مذکورہ معاملہ ہوا، اپنے کسی دوست سے کہا کہ اگر مجھے اس وقت حضرت نصیحت کرتے تو میں عمل کر لیتا لیکن اب حضرت کے اس طریق سے مجھے ہمیشہ کے لیے نصیحت ہوگئی کہ رزق کی ناقدری نہیں کرنی چاہیے۔

کھانے کے ذکر پر یاد آیا کہ ہمارے حضرت شاہ ابرارُ الحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی بزرگ آتا ہے تو ہاتھ دھو کر مصافحہ کرتے ہو، یا بلا ہاتھ دھوئے، ظاہر ہے کہ ہاتھ تو نہیں دھوتے۔

مگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا کھانے کی خصوصی سنت ہے، اور اکرامِ رزق میں ہی کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، یہ اللہ نے جو رزق دیا ہے، اُس کی خصوصی عزت ہے۔

حضرت شاہ ابرارُ الحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ تبلیغ کے بارے میں فرماتے تھے کہ:

دیکھو! تبلیغ یا نصیحت کرنے کا کہ ایک طریقہ ہوتا ہے۔

اس پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک صاحب آیا کرتے تھے، اور ان کی شلوار یا پائجامہ کا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے ہوتا تھا، تو مجلس میں متعین کر کے کبھی شاہ صاحب نے انہیں نصیحت نہیں کری۔

بلکہ ایک دفعہ جب دیکھا کہ ان کا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے ہے تو سب لوگ جب اُٹھ کر جانے لگے، تو حضرت نے ان سے کہا کہ آپ ذرا رُک جائیے۔

جب وہ رُک گئے، تو سب کے چلے جانے کے بعد حضرت شاہ صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ بھائی دیکھنا، مجھے شبہ ہوتا ہے کہ درزی نے میرا پائنچہ ٹخنوں سے نیچے بنا دیا ہے۔

وہ سمجھ گئے کہ یہ میری طرف اشارہ ہے، انہوں نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا کہ حضرت یہ عیب تو میرے اندر ہے۔

ظہر کی مجلس میں یہ معاملہ ہوا، اور جب عصر کے وقت وہ صاحب آئے تو پائنچے کٹے ہوئے تھے۔

اس طرح کی جو تلقین اور تبلیغ ہوتی ہے، اس کا اثر ہوتا ہے۔

اختتامی دعا

بس اب دعا کرلیں:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ.

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ.

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ مَعَ الْاَبْرَارِ، يَاعَزِيْزُ يَاغَفَّارُ، يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ. يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً. اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ، وَاَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ، يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

یااللہ! اس ادارہ غفران کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمایئے۔

Idara Ghufran

یااللہ! جوطلبہ یہاں پر تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان کو مقصود میں کامیابی عطا فرمائیے۔

یااللہ! جو دین کا کام یا دین کی اشاعت یہاں ہورہی ہے، اس کو قبول فرمالیجیے، عافیت عطا فرمائیے۔

مفتی صاحب اوران کے جملہ متعلقین کواور طلبہ کواور اساتذہ کواوران کے اہل وعیال کو سب کواوران بچوں کو یااللہ علمِ دین اور کامیابی عطا فرمائیے۔

رَبَّنَا هَبُ لَنَا مِنُ اَزُوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعُيُنٍ وَّاجُعَلُنَا لِلُمُتَّقِيُنَ اِمَامًا.

رَبِّ اغُفِرُ وَارُحَمُ وَاَنُتَ خَيُرُ الرَّاحِمِيُنَ.

یااللہ! جو ایمان آپ نے عطا فرمایا ہے، یااللہ! اُسے آخر وقت تک مرحمت فرمائیے، یا اللہ! ادارہ غفران کو خوب ترقی عطا فرمائیے، عافیت عطا فرمائیے، دین کی جو شعاعیں یہاں سے نکل رہی ہیں، یااللہ سارے عالَم میں پھیلا دیجیے،

يَاحَيُّ يَاقَيُّوُمُ بِرَحُمَتِکَ نَسُتَغِيُثُ، وَاَصُلِحُ لَنَا شَأُنَنَا كُلَّهٗ.

یااللہ! جو بچے یہاں پر تعلیم پارہے ہیں، یااللہ ان کو تعلیم کی تکمیل عطا فرمادیجیے، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمادیجیے، جو اساتذہ یہاں پر دین کے کاموں میں لگے ہوئے ہیں، یااللہ! ان کو، ان کے گھر والوں کو، اہل وعیال کو، سب کو صحت اور عافیت عطا فرمائیے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسُأَلُکَ الُعَفُوَ وَالُعَافِيَةَ وَالُمُعَافَاةَالدَّائِمَةَ فِى الدِّيُنِ وَالدُّنُيَا وَالُآخِرَةِ وَالُفَوُزَ بِالُجَنَّةِوَالنَّجَاةَمِنَ النَّارِ.

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلٰى خَيُرِ خَلُقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصُحَابِهٖ اَجُمَعِيُنَ، بِرَحُمَتِکَ يَا اَرُحَمَ الرَّاحِمِيُنَ. آمين آمين آمين.